مشمولات

پیغام

ماہِ رمضان کا استقبال کیسے کریں؟

از: مولانا محمد شاکر نوری (امیر سنی دعوت اسلامی)

کتبِ احادیث میں رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودہ خطبے کی تفصیل بھی ملتی ہے جس کا ترجمہ ہم تحریر کرتے ہیں: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو شعبان کے آخری دن خطبہ دیا، فرمایا: اے لوگو! ایک بہت ہی مبارک ماہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دن کے روزوں کو فرض اور رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص کسی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب چاہے اس کو اس قدر ثواب ہوتا ہے گویا اس نے دوسرے ماہ میں فرض ادا کیا اور جس نے رمضان میں فرض ادا کیا اس کا ثواب اس قدر ہے گویا اس نے رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو اس میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جاتی ہے اور اس کو بھی اسی قدر ثواب ملتا ہے کہ اس سے روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)! ہم میں سے ہر ایک میں یہ طاقت کہاں کہ روزہ دار کو سیر کر کے کھلائے۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ ثواب تو اللہ اسے بھی عطا فرمائے گا جو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ پلا دے۔ جس نے کسی روزہ دار کو افطاری کے وقت پانی پلایا اللہ تعالیٰ (روزِ قیامت) میرے حوضِ کوثر سے اسے وہ پانی پلائے گا جس کے بعد دخولِ جنت تک پیاس نہیں لگے گی۔ (مشکوٰۃ شریف: ص ۱۷۳، ۱۷۴)

رمضان المبارک کے جلوہ فگن ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حصول کی دعا کرتے رہتے۔ امام طبرانی کی اوسط اور مسند بزار میں ہے کہ جیسے ہی رجب کا چاند طلوع ہوتا تو آپ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتے "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبٍ وَ شَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ" اے اللہ! ہمارے لیے رجب وشعبان بابرکت بنا دے اور ہمیں رمضان نصیب فرما۔ جب رمضان المبارک شروع ہو جاتا تو آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں مخصوص دعا کیا کرتے "اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِیْ مِنْ رَمَضَانَ وَ سَلِّمْ رَمَضَانَ لِیْ وَ سَلِّمْهُ مِنِّیْ" اے اللہ عزوجل! مجھے رمضان کے لیے سلامتی عطا فرما اور میرے لیے رمضان (کے اول وآخر کو بادل وغیرہ سے) محفوظ فرما اور مجھے اس میں اپنی نافرمانی سے محفوظ فرما۔

جب یہ مقدس ومبارک ماہ اپنی رحمتوں کے ساتھ سایہ فگن ہوتا تو غمخوارِ اُمت شفیعِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو اس کی آمد کی مبارک باد دیتے۔ صحابہ کو مبارک باد اور ان پر اس کی اہمیت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک کو خوش آمدید فرماتے۔ کنز العمال اور مجمع الزوائد میں ہے، آپ فرماتے "اَتَاکُمْ رَمَضَانُ سَیِّدُ الشُّھُوْرِ فَمَرْحَباً وَّ اَھْلاً" لوگو! تمہارے پاس رمضان تمام مہینوں کا سردار آ گیا ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں۔

جس دن رمضان المبارک کا چاند طلوع ہونے کی امید ہوتی اور شعبان کا آخری دن ہوتا تو آپ مسجدِ نبوی میں صحابۂ کرام کو جمع فرما کر خطبہ ارشاد فرماتے جس میں رمضان المبارک کے فضائل و وظائف اور اہمیت کو اجاگر فرماتے تا کہ اس کے شب وروز سے خوب فائدہ اٹھایا جائے، اس میں غفلت ہرگز نہ برتی جائے اور اس کے ایک ایک لمحے کو غنیمت جانا جائے۔ مسنون ہے کہ ۲۹ رشعبان المعظم کو بعد نمازِ مغرب چاند دیکھا جائے۔ چاند نظر آ جائے تو دوسرے دن سے روزہ رکھا جائے اور اگر نظر نہ آئے تو دوسرے دن پھر چاند دیکھیں۔ چاند نظر آ جائے تو یہ دعا پڑھیں "اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اَھِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَةِ وَ الْاِسْلَامِ وَ التَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰهُ" اللہ اکبر، اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ گزار اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جو تجھ کو پسند ہو اور جس پر تو راضی ہو میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔

رمضان المبارک کے حوالے سے تفصیلی معلومات کے لیے راقم کی کتاب "ماہ رمضان کیسے گزاریں؟" ملاحظہ فرمائیں۔

اداریہ

ماہِ رمضان المبارک، قرآن فہمی اور ہماری ذمے داریاں

از: محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

محترم قارئین! جس وقت یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں آئے گا رمضان المبارک کی آمد کا شدید انتظار آپ کے ذہن وفکر میں مزید شدت اختیار کررہا ہوگا۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ یہ پاکیزہ مہینہ اپنی جلو میں اللہ عزوجل کی بے پناہ برکات اور خیرات کا ایک جہان سمیٹے ہوئے ہے۔ ماہِ رمضان اپنی رحمتوں، مسرتوں، عظمتوں، برکتوں کے لحاظ سے ایک مثالی مہینہ تسلیم کیا جاتا ہے دنیا وآخرت کی تمام تر خوشیاں اور نوازشاتِ ربانیہ کی تمام تر بنیادیں اس کے دامن میں پوشیدہ ہیں۔ رمضان المبارک ایک عصیاں شعار مرد مومن کے لیے وجہِ مغفرت ہے، پژمردہ قلوب کے لیے سامانِ فرحت وانبساط اور حق پرست وحق آگاہ نفوس کے لیے تجلیات وانوار کا آئینہ خانہ ہے۔ یہ تمام خوبیاں اللہ عزوجل نے اس پاکیزہ مہینے کو عطا فرمائی ہیں اور اپنے بندوں کو بے شمار انمول انعامات سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس ماہِ مبارک میں بندۂ مومن پوری آزادی، دل جمعی، ذوق وشوق، امید وآس اور سوزِ دروں کے ساتھ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجودِ نیاز لٹاتا ہے، اپنی جبینِ نیاز جھکاتا ہے، رحمتِ الٰہی کو خود سے قریب کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، اپنے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوتا ہے، دل کی طہارت اور نفس کی نظافت پر پورا دھیان دیتا ہے اور عرفانِ ذات کے حصول کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کردیتا ہے تو رحمتِ الٰہی پرجوش ہوکر اس کا استقبال کرتی ہے اور اس بندۂ خدا کے تمام مطالبات کی تکمیل کا پروانہ ربِ عزوجل اپنے خصوصی فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے، اس کی دعائیں مقبولِ بارگاہ ہوتی ہیں، اسے گناہوں پر معافی ملتی ہے، اسے طہارتِ قلب کا سامان فراہم کیا جاتا ہے اور اسے نفس کی پلیدگی اور فکر کی بے راہ روی سے نجات ملتی ہے۔ یہ اس ماہِ مبارک کی خصوصی برکات ہیں۔

یہی وہ مبارک وپاکیزہ مہینہ ہے جس میں اللہ عزوجل نے امتِ محمدیہ علی صاحبہاالتحیۃ والثناء کی ہدایت ونجات کا قانون قرآنِ عظیم نازل فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ (البقرہ:۲، آیت/۱۸۵)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلے کی روشن باتیں (کنزالایمان)۔

اس آیتِ مبارکہ کے اندر رمضان کے پاکیزہ مہینے کا بڑا واضح تصور پیش کردیا گیا ہے جس میں کسی طرح کی کوئی پیچیدگی اور کسی طرح کا کوئی خفا باقی نہیں رہا۔ آیت کے تحت صاحبِ تفسیر خزائن العرفان صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رقم طراز ہیں:

''اس کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ رمضان وہ ہے جس کی شان وشرافت میں قرآنِ پاک نازل ہوا (۲) یہ کہ قرآنِ کریم میں نزول کی ابتدا رمضان میں ہوئی (۳) یہ کہ قرآنِ کریم بتمامہ رمضانِ مبارک کی شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف اتارا گیا اور بیت العزت میں رہا یہ اسی آسمان پر ایک مقام ہے۔ یہاں سے وقتاً فوقتاً حسب اقتضائے حکمت جتنا جتنا منظورِ الٰہی ہوا جبریل امین لاتے رہے۔ یہ نزول تیئیس سال کے عرصے میں پورا ہوا''

معروف شاعر مولانا سید اولاد رسول قدسی کا بڑا عمدہ شعر ہے:

لوحِ محفوظ کا دل ہوا باغ باغ
رب کا قرآن جب ان پہ نازل ہوا

قرآن کا فیصلہ اور ہمارا طرزِ عمل

قارئین کرام! قرآنِ عظیم کی مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں غور وتدبر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابِ مقدس نہ صرف ہدایت ورہنمائی اور حکمت

وموعظت کا سرچشمہ ہے بلکہ کامیابی اور ہر طرح کے فیصلوں کی تمام تر روشن باتوں اور بنیادی نکات ودفعات کا قابلِ وثوق حوالہ بھی ہے۔اس آیت کا اسلوبِ بیان اس حقیقت کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ کسی انسان کو کامل ہدایت یافتہ انسان کب کہا جائے گا جب وہ اپنی زندگی کے تمام تر فیصلے قرآنِ کریم سے حاصل کرے گا اور قانونِ الٰہی کو محکم حَکَم تسلیم کرے گا۔آپ خیر القرون کے روشن تاریخی حالات وواقعات پڑھیں اور صحابۂ کرام وتابعین کے ادوار کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت ماننی پڑے گی کہ انہیں دنیا وآخرت کی بے پناہ عزتیں،سرفرازیاں،کامیابیاں،اور رضوانِ الٰہی کا بھاری بھرکم انعام اس لیے ملا کہ انہوں نے قرآنِ کریم کو فیصلے اور قانون کی کتاب مان کر اپنی عملی زندگی میں اس کا مظاہرہ فرمایا اور زندگی کے ہر موڑ پر رہ نمائی قرآنِ عظیم سے حاصل کی اور احادیثِ نبویہ وکردارِ مصطفوی نے ان قرآنی فیصلوں اور قوانینِ ربانیہ کی تفصیلات پیش کیں جن کی روشنی میں قرآنِ کریم پر عمل کی راہیں مزید آشکار ہوگئیں اور وہ دور، دورِ ترقی کہلایا اسے زمانوں میں بہترین زمانہ قرار دیا گیا۔

اب ہمیں سنجیدگی سے سوچنا ہے کہ کیا ہم بھی ایسا کررہے ہیں؟ کیا ہماری زندگیاں انہیں روشن اصولوں پر قائم ہیں؟ حیاتِ مستعار کے مختلف لمحات میں کیا ہم قرآنِ کریم کے فیصلے کا احترام کرتے ہیں؟ یا قرآنِ کریم کے واضح فیصلوں پر اپنی رائے کو ترجیح دے رہے ہیں؟ کیا زندگی کے اندر پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے قرآنی فیصلے کا انتظار کیا جاتا ہے یا صرف صدیوں سے چلے آرہے غیر شرعی اور غیر اخلاقی رسم ورواج اور سماجی وخاندانی طریقہ ہائے کار کو ناقابل تردید سمجھ بیٹھے ہیں؟ آخر ہماری زندگی میں انقلاب کیوں نہیں برپا ہوتا؟ ہم اپنے دین ومذہب کے حوالے سے روحانی آسودگی کیوں محسوس نہیں کررہے ہیں؟ جب ہمارا دین ایک آفاقی دین ہے ہماری شریعت ایک مکمل شریعت ہے، ہمارا قرآن ایک اٹل قانون ہے اور یہ قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل اور الجھنوں کا ازالہ وحل پیش کرتا ہے۔اس کی دفعات ونکات انتہائی اہم اور موزوں ترین ہیں جس میں کسی قسم کی کمی وبیشی کی گنجائش نہیں تو کیا ہمارے طرزِ عمل سے ہمارے دین ومذہب کی یہ ہمہ گیریت اور قرآن کی معنویت وگیرائی واضح ہوتی ہے؟ یا دانستہ ونادانستہ ہم دنیا کو یہ باور کرار ہے ہیں کہ ہمارا قرآن دورِ جدید کے تمام تر فتنوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا یا تمام لاینحل مسائل کا حل پیش نہیں کرتا یا مقتضیاتِ زمانہ کے لحاظ سے اس میں لچک دار قوانین موجود نہیں ہیں یا انسانوں کو اس دور میں ذہنی آسودگی فراہم کرنے کی قوت نہیں رکھتا؟ اعتقادیات، سماجیات، اقتصادیات، صنعت وحرفت، شادی بیاہ، طلاق وخلع، آپسی لین دین، تعلیم وتعلم، صلہ رحمی، اتحاد، تکلم وبیان، تحریر وتقریر، معاملات ومعمولات وغیرہ مختلف جہات میں اگر ہم نے قرآنِ کریم کو اپنا فیصل نہ تسلیم کیا اور احادیثِ مبارکہ وسیرتِ نبویہ کو ان کی تفصیلات کا بنیادی ماخذ نہ مانا تو وہی ہوگا جو ڈاکٹر محمد اقبال نے کہا ہے۔ع

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

عقائدِ اسلامی میں ہماری ناپختگی اور بدمذہبوں سے میل جول، اتحاد ووداد، عبادات میں غیر معمولی تساہلی، شادی بیاہ میں حددرجہ اسراف وفضول خرچی، طلاق وخلع میں اسلامی فتاویٰ وشرعی فیصلوں کو شبہے کی نگاہ سے دیکھنا، آپسی لین دین میں بدنظمی وبدعہدی، تعلیم وتعلم میں سستی وغفلت، صلہ رحمی واتحاد میں بے توجہی وغیرہا۔یہ سارے امور ایسے ہیں جو ہمیں عروج وارتقا کی منزل کا راہی نہ بننے دیں گے بلکہ سراسر فکری نارسائی، تہذیبی خستگی، دینی وملی پسپائی کا پیش خیمہ ثابت ہوں گے، ہماری تجارت میں فروغ حاصل نہ ہوگا، ہماری صنعت ترقی پذیر نہ رہے گی، ہمارے خیالات میں شفافیت اور بلندی نہ پیدا ہوگی اور ہم حیاتِ تازہ کے نرم خرام جھونکوں کا مزہ لینے کو ترس جائیں گے۔شاعرِ مشرق نے درست کہا ہے۔ع

قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف

جو قوم اپنے تہذیبی ورثے کی حفاظت نہیں کرپاتی اور جو اپنی مذہبی شعائر کے تحفظ میں سستی کا مظاہرہ کرتی ہے وہ اپنی شناخت کھودینے کا بہت بڑا گناہ کر بیٹھتی ہے اور پھر اپنی عظمتِ رفتہ کی بازیافت اس کے لیے بڑی مشکل ڈگر ثابت ہوتی ہے۔کیا ہم نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ بدمذہبیت کے سیلاب نے ہماری نئی نسل کو کسی قدر مذہب بیزار اور مسلک فروش بنادیا ہے، دین وشریعت میں غیر معمولی سہولت دینے کا رجحان کس طرح شرعی اصولوں کو مسخ کررہا ہے، کیا ہماری مذہبی شناخت اور مسلکی تشخص خطرات میں گھرا ہوا نہیں ہے؟

صحابۂ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، علماے ذوی الاحترام، مشائخ طریقت، سلاسل کے بزرگان دین اور مجددِ دین امت نے ہمیں جو راہ دکھائی ہے وہی دین وشریعت کی راہ ہے۔ رسولِ اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ وتابعین نے جو مسلک ہم تک پہنچایا ہے جو ائمۂ مجتہدین سے ہوتا ہوا شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا قادری بریلوی علیہم الرحمۃ والرضوان کی تحقیقاتِ انیقہ کے ذریعے ہمیں ملا ہے اس پر مضبوطی سے جمے رہنا اور اس کو اپنے خاندان اور دیگر افرادِ قوم میں منتقل کرنا ہماری بہت بڑی ذمے داری ہے جس پر ہمیں پوری توجہ مبذول کرنی ہے اللہ عزوجل ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

رمضان المبارک قرآن فہمی کے لیے موزوں ترین مہینہ

غارِ حرا میں سب سے پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ نازل ہوئی اور فَسْـئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ میں علم سیکھنے کی ضرورت واہمیت پر زور دیا گیا۔ قرآنِ حکیم نے علم والوں سے دریافت کرنے کا حکم دیا ہے اور وحیِ اول میں تعلیم وقرأت کی جانب واضح اشارہ موجود ہے۔ قرآنِ کریم ہمارے تمام مسائل کا بنیادی حوالہ اور اسلام وشریعت کا اہم ماخذ ہے اس لیے دین میں تصلب، شریعت پر استحکام اور مذہبی اقدار کے تحفظ کے لیے قرآنِ کریم کو سمجھنا، اس کا علم حاصل کرنا ہمارے لیے بے حد ضروری ہے اس لیے عزوجل نے ہمیں بڑا مبارک مسعود اور قابلِ اکرام، موزوں ترین اور نفع بخش مہینہ رمضان عطا فرمایا ہے جس کے استقبال کے لیے ہمیں پوری تیاری کرنی ہے۔ ماہِ رمضان دراصل ایک روحانی تربیت کا نتیجہ ہے جس میں اللہ عزوجل نے اس کے لیے بڑا اچھا انتظام کیا ہے کہ ایک بندۂ مومن ان تمام خصائلِ حمیدہ اور عاداتِ کریمہ سے آراستہ ہو جائے جو تقوی وطہارت قلب کی شرطِ اولین ہیں۔ روزے کی فرضیت کا بنیادی مقصد شجر تقویٰ کی آبیاری اور اس کے برگ وبار کی حفاظت ہے۔ قرآنِ کریم اس حقیقت کی شہادت فراہم کرتا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس ماہ کا اول رحمت، وسط مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ رحمت، مغفرت اور جہنم سے آزادی میں ایک فطری ربط پایا جاتا ہے۔ ایک بندۂ خدا جب رحمتِ الٰہی کا طلب گار ہوگا اس کے لیے بنیادی وسائل کا استعمال کرے گا اور پھر بخشش کا متمنی ہوگا توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرے گا تو یقینی طور پر فضلِ ربانی سے وہ دوزخ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ روزے کی فرضیت کا ثبوت قرآنِ عظیم سے ہے اس کے فضائل وبرکات احادیثِ نبویہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه** جو شخص ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے گا تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے (بخاری شریف: ص ۲۵۵، ج ۱)

اس حدیثِ مبارک میں لفظ ''احتساب'' اپنے اندر ایک جہانِ معنی رکھتا ہے رمضان کا روزہ، ایمان کی پختگی اور اپنی سالانہ کارکردگی کے حساب وکتاب کے ساتھ رکھا جائے تو اس کے ثمرات عجب ہی برآمد ہوتے ہوں گے۔ خود احتسابی بہت بڑا وصف اور انسان کی ترقی وعروج کا زینہ ہے۔ گزشتہ زمانے میں بندۂ مومن نے کیا کیا کھویا کیا کیا پایا اس پر سنجیدگی سے غور وفکر کرنے، غلطیوں سے سبق لینے اور ان کی مناسب اصلاح کے بعد جو منضبط لائحہ عمل تیار کرے گا اور اس کی روشنی میں اپنے معمولات ومعاملاتِ دینیہ ودنیویہ کی انجام دہی کی فکر کرے گا تو وہ یقیناً کامیابی سے ہم کنار ہوگا۔ اسے دنیا وآخرت کی سرخروئی نصیب ہوگی اسے روحانی سکون حاصل ہوگا اور وہ نفس کی شہوات پر قابو پائے گا۔

بے شمار احادیثِ مبارکہ میں ماہِ رمضان المبارک کی تعظیم واکرام کا حکم دیا گیا ہے اور رمضان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (بخاری شریف: ص ۲۵۵، ج ۱)

دوسری حدیث میں ہے: جب ماہ رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے۔ (بخاری شریف: ص ۲۵۵، ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب رمضان کا مہینہ آتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ تمہارے پاس ایک

مقدس ماہ کی آمد ہوگئی ہے۔(مسند احمد بن حنبل:ص/۱۵۸،ج/۳)

ماہِ رمضان میں بندۂ مومن آفاتِ ارضی وسماوی سے محفوظ رہتا ہے اسے پوری دل جمعی اور خشوع وخضوع کے ساتھ عبادات کرنے کا موقع نصیب ہوتا ہے اس مقدس ماہ میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کا بڑا خوبصورت وقت ملتا ہے چوں کہ اس مہینے کو تلاوتِ قرآنِ کریم سے بڑا گہرا ربط ہے اس لیے کہ یہ نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مہینوں کے مقابلے اس مہینے میں قرآنِ مقدس کی زیادہ تلاوت کرتے تھے۔

گزشتہ سطور میں ہم نے اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا کہ روزہ روحانی صحت کا ضامن ہے وہ جسم کو روحانی غذا فراہم کرتا ہے ساتھ ہی جسمانی قوت میں بھی اضافے کا باعث ہے اور اس کے سائنسی فوائد سے بھی قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا اس لیے جملہ عباداتِ مالیہ وبدنیہ میں کسی بھی اعتبار سے ظاہری وباطنی ،جسمانی وروحانی نقصان کا تصور یک سر ختم کردیا گیا ہے۔ایک بندۂ مومن جب روزے کی حالت میں قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا ہے تو قرآن کے انوار وبرکات اور روزے کی روحانی تجلیات اس پر نچھاور ہوتی ہیں۔اس وقت وہ ہر طرح کی مادی خواہشات سے بالکل عاری ہوتا ہے ہوائے نفس اس کے قریب نہیں پھٹکتی اسے روحانی سکون بھی ملتا ہے اور ابدی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوتا ہے۔ایسے حسین ماحول اور پرسکون وقت میں تلاوتِ قرآن کے ساتھ فہمِ قرآن پر توجہ دینا بڑا آسان ہوجاتا ہے تلاوت میں تو لذت وسرور حاصل ہوتا ہی ہے اگر اسی وقت قرآنِ کریم کی معنیاتی فضا کے خوش گوار جھونکوں کا مزہ بھی مل جائے تو یہ سونے پر سہاگے جیسا ہوگا۔

چوں کہ ہم دنیاوی کاروبار میں اس درجہ مشغول ہیں کہ ہم بمشکل ہی نمازوں کے لیے وقت نکال پاتے ہیں۔تلاوتِ قرآن کی جانب کوئی توجہ نہیں ہوتی فہمِ قرآن کے متعلق کیا دھیان آئے گا؟اس لیے رمضان کے پاکیزہ مہینے میں اگر اس طرف تھوڑی توجہ مبذول کی جائے اور قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کا جذبہ پیدا کیا جائے تو ہمارے ایمان میں پختگی کے ساتھ جلال وجمالِ خداوندی کا حیرت انگیز نظارہ بھی دیکھنے کو مل سکتا ہے۔قرآن کا اسلوبِ بیان،اس کا رنگِ اعجاز اور قصص وامثال کے بیان کا اچھوتا انداز مردِ مومن کے دل کی دنیا بدل ڈالے گا۔یہ تو احسان ہے چودھویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت اور عبقری مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے شاگردِ رشید حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہما الرحمہ کا کہ کنزالایمان جیسا ایمانی وعرفانی ترجمۂ قرآن امتِ مسلمہ کو مل گیا ورنہ فہمِ قرآن کے لیے جو زحمتیں اٹھانی پڑتیں وہ بیان سے باہر ہے۔اس کے لیے معتبر ومستند تفاسیر کا بھی مطالعہ کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی نہیں ہوسکتا تو باقاعدگی کے ساتھ درسِ قرآن اور درسِ تفسیر وحدیث کی محفل میں شرکت کریں اور فہمِ قرآن میں جدوجہد کریں۔قرآنِ عظیم نے جہاں اپنے بارے میں حکم اور فیصل ہونے کی وضاحت پیش کی ہے وہیں صاحبِ قرآن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلوں کے متعلق یہ صراحت کی ہے کہ آپ جو فیصلہ فرمادیں دل وجان سے تسلیم کیا جائے ذرہ برابر دل میں غبار نہ رکھا جائے(سورۂ نسا:۶۵)وہ فیصلہ فرمادیں تو کسی کو اختیار نہیں(توبہ:۱۲)

پروفیسر مسعود احمد نقش بندی لکھتے ہیں:

''ہم قرآنِ کریم نہیں دیکھتے،ہم قرآنِ حکیم نہیں پڑھتے،سنی سنائی پر یقین کرلیتے ہیں،بہت بھولے ہیں،جب قرآنِ کریم ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہر بات کی تفصیل موجود ہے تو یہ قرآنِ کریم سے کیوں نہ پوچھا جائے ادھر ادھر کیوں بھٹکتے رہیں؟ایک ایک کا منہ کیوں تکتے رہیں؟کوئی کچھ بتاتا ہے کوئی کچھ،دل الجھ کر رہ جاتا ہے دماغ پراگندہ ہوجاتا ہے،متاعِ عشق ومحبت برباد ہونے لگتی ہے،جب وہ برباد ہوگئی تو پھر کیا رہ جائے گا''(مقالہ تعظیم وتوقیر،مطبوعہ:کولکاتا،ص/۳)

اس لیے آنے والے رمضان میں ہم ایمان واحتساب کے ساتھ روزے رکھیں،قرآنِ کریم کی تلاوت بھی کریں اور قرآن پڑھنے اور علم والوں سے سیکھنے کی کوشش بھی کریں۔ان شاءاللہ ہم ضرور اپنے اندر تبدیلی محسوس کریں گے۔

﴿.......﴾

شب برأت: خرافات سے پرہیز کیجیے

از: مولانا عبدالمبین نعمانی قادری

ماہِ شعبان بالخصوص اس کی پندرہویں شب یعنی شبِ برأت کی اہمیت وفضیلت اہلِ اسلام کے نزدیک مسلم ہے مگر افسوس کہ ایک طرف تو بعض نام نہاد مسلمان اس کی فضیلت ہی کا سرے سے انکار کرتے ہیں دوسری طرف اس کے ماننے والوں میں ایک بڑی تعداد ان جاہلوں اور بدعمل مسلمانوں کی ہے جو اس معظم اور سراپا خیر وبرکت رات کو طرح طرح کے کھیل کود اور آتش بازی جیسے شیطانی افعال سے آلودہ کر کے اس کی فضیلت ونورانیت کا کھلا مذاق اڑاتے ہیں جسے دیکھ کر بلا شبہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ شبِ برأت کی اہمیت وفضیلت تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ محض ڈھونگ رچاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ایسے مسلمانوں کو اپنے غلط اعمال کے محاسبے اور اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یوں تو ماہِ شعبان کی فضیلت شبِ برأت اور پندرہویں شعبان کے روزے کی فضیلت سے ہی واضح ہے مگر اس ماہِ مبارک کی اہمیت اس سے اور بڑھ جاتی ہے کہ یہ مہینہ رمضان شریف کا پڑوسی ہے اور اس ماہِ مبارک کا چاند حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطور خاص ملاحظہ فرماتے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عبداللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان کا اس قدر تحفظ کرتے کہ اتنا کسی کا نہ کرتے پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے اور اگر ابر ہوتا تیس دن پورے کر کے روزے رکھتے۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف ہے: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رجب آتا تو فرماتے: اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت دے اور رمضان تک پہنچائے۔

شعبان کے روزے کی فضیلت

ماہِ شعبان المعظم کے روزے کی فضیلت میں کئی احادیث مروی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل شعبان کے روزے ہیں تعظیم رمضان کے لیے (رواہ الترمذی واستغربه، والبیهقی فی الشعب وفیه صدقة بن موسیٰ)

صحیحین میں ہے: ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوائے رمضان کے کسی مہینے کا پورا روزہ نہیں رکھتے تھے اور اس کے بعد آپ کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے میں نے نہیں دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ پورے شعبان کا روزہ رکھتے اور کبھی اکثر ایام کا۔ (بخاری ۱/۲۶۴، ابن ماجہ ۱۲۲، مشکوٰۃ: ص ۱۷۸)

ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان کو رمضان سے ملا دیتے تھے۔

شبِ برأت کی فضیلت

پندرہویں شعبان اور شبِ برأت کی پندرہویں شعبان کی رات کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شعبان کی پندرہویں شب میں اللہ عزوجل اپنی تمام مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے مگر کافر اور عداوت والے کو۔ (الترغیب والترہیب)

حضور صدر الشریعہ اعظمی علیہ الرحمہ مصنفِ بہارِ شریعت مذکورہ حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں: جن دو شخصوں میں دنیوی عداوت ہو تو اس رات کے آنے سے پہلے انہیں چاہیے کہ ہر ایک دوسرے سے مل جائے اور ہر ایک دوسرے کی خطا معاف کر دے تاکہ مغفرتِ الٰہی انہیں بھی شامل ہو۔ انہیں احادیث کی بنا پر بحمدہ تعالیٰ یہاں بریلی میں اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ الاقدس نے یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ ۱۴/ شعبان کو رات آنے سے پہلے مسلمان آپس میں ملتے اور عفوِ تقصیر (غلطی کی معافی) کراتے ہیں اور ہر جگہ کے مسلمان ایسا ہی کریں تو نہایت

انسب و بہتر ہے۔ (بہارِ شریعت: ۱۳۸/۵، فاروقیہ، دہلی)

بیہقی نے اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں شب میں تجلی فرماتا ہے، استغفار کرنے والوں کو بخش دیتا ہے اور طالبِ رحمت پر رحم فرماتا ہے اور کینہ والوں کو جس حال پر ہیں اسی حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

پندرہویں شعبان کا روزہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے یا کسی اور سے فرمایا: تم نے شعبان کے وسط میں روزہ رکھا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا: عید کے بعد دو روزے رکھ لینا۔

اس حدیث سے شعبان کی بلکہ شب برأت کے روزے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ اس کے ایک روزے کے بدلے بعدِ رمضان دو روزے کا حکم دیا۔ اور وسطِ شعبان سے پندرہویں شعبان ہی مراد ہے تو اس سے شب برأت کے بعد والے دن کا روزہ بھی ثابت ہوا۔ یہ حکم استحبابی ہے یعنی مستحب ہے کہ وسطِ شعبان کے روزے کے بدلے بعدِ رمضان دو روزے رکھ لے اگر نہ رکھے تو گنہ گار نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کسی نے وسطِ شعبان یا ہر مہینے کی آخری تاریخ میں روزے کی منت مانی تھی اور وہ نہ رکھ سکا تو بعد رمضان اس کی قضا واجب ہوگی۔ دو کی منت تھی تو دو اور ایک کی منت تھی تو ایک۔

آتش بازی گناہ ہے

شبِ برأت میں بعض جگہوں پر آتش بازی اور پٹاخے کا بہت رواج ہے یقیناً یہ ایک برا فعل ہے اس کے اسراف وفضول خرچی ہونے میں شبہہ نہیں اور فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ ذرا اس پہلو سے بھی غور کریں کہ پٹاخوں کی کریہہ اور شدید آواز سے اس مبارک شب میں قرآن کی تلاوت کرنے والوں، خدا کا ذکر کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے ذکر وعبادت میں کس درجہ خلل پڑتا ہے۔ کیا کسی مسلمان سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے کہ خود تو ذکر وعبادت سے دور رہے اور اللہ کے جو بندے عبادت میں مشغول ہوں ان کی عبادت میں خلل ڈالے؟ لہٰذا آتش بازی اور پٹاخے بڑے گناہ کے کام ہیں ان سے کوسوں دور رہنا چاہیے اور گھر کے ذمے داروں کو چاہیے کہ اپنے گھر کے نوجوانوں اور بچوں کو بھی اس شیطانی اور فضول کام سے سختی کے ساتھ منع کریں اور اس نورانی رات کی قدر کریں ناشکرے اور شیطان کے بھائی نہ بنیں۔

یہ رات رحمتوں برکتوں سے اپنے دامنوں کو بھرنے کی ہے اور پھر ہر سال جو سینکڑوں حادثات رونما ہوتے ہیں وہ الگ ایک مصیبت ہے کتنے مکانات جلتے ہیں اور کتنی دکانیں نذر آتش ہوتی ہیں کتنے مالی نقصان ہوتے ہیں اور کتنے بچے نوجوان جل کر موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ مزید برآں ایک بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے کمایا ہوا مال بھی ناجائز وحرام ہوتا ہے جس کا استعمال کرنا کرانا آخرت کا وبال مول لینا ہے۔ جب کہ مسلمان پر فرض ہے کہ وہ حلال کمائے اور اس کو اپنے بال بچوں کو کھلائے حرام کھانے سے عبادتیں قبول نہیں ہوتیں اور دعائیں رد کردی جاتی ہیں۔ اس سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جو آتش بازی اور پٹاخوں کی بڑی بڑی دکانیں لگا کر راتوں رات مالدار بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

فاتحہ دلانا ثواب کا کام ہے

حلوہ یا کوئی عمدہ چیز پکا کر یا کسی مسلمان پاکیزہ طبیعت حلوائی کی دوکان سے خرید کر اس پر بزرگوں، عام مرحوم مسلمانوں اور اپنے اقربا کی فاتحہ دلانا یعنی انہیں ایصالِ ثواب کرنا ایک مستحسن اور اچھا کام ہے اسے بدعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ قرآن وحدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اثبات ایصال ثواب، از: شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب، از: ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہما الرحمۃ۔

زیارتِ قبور

قبروں کی زیارت کو جانا سنت ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کی ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے اور اس کے فوائد وبرکات پر بھی روشنی ڈالی ہے چنانچہ ایک حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب قبروں کی زیارت کرو اس لیے کہ وہ دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (ابن ماجہ)

زیارتِ قبور کا طریقہ یہ ہے کہ پائینتی کی جانب سے جا کر میت

کے منہ کے سامنے کھڑا ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ میت کے لیے باعثِ تکلیف ہے یعنی میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آیا۔

شب برأت میں چراغاں

شبِ برأت چونکہ گناہوں سے معافی کی رات ہے اور مسلمان اس مبارک شب میں عبادات کا بھی اہتمام کرتے ہیں، راتوں کو قبرستان کی زیارت کے لیے بھی جاتے ہیں جو مسنون ہے تو ظاہر ہے کہ عام شب کے مقابلے میں اس رات کچھ زیادہ روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ قبرستان عام دنوں میں راتوں کو تاریک ہوتے ہیں روشنی کی کوئی حاجت بھی نہیں ہوتی لیکن شبِ برأت میں زیارتِ قبور کی وجہ سے لوگوں کی آمد ورفت ہوتی ہے اس لیے وہاں روشنی ضروری ہے۔ یوں ہی مساجد میں بھی عام دنوں میں عشا کی نماز کے فوراً یا کچھ دیر بعد روشنی بجھادی جاتی ہے یا بہت معمولی سا کوئی بلب جلا دیا جاتا ہے جہاں تیل یا چراغ یا موم بتیاں جلتی ہیں وہاں تو بعدِ عشا ہی اندھیرا کر دیا جاتا ہے لیکن شبِ برأت میں عبادت وتلاوتِ قرآن کرنے والے مسلمان کثرت سے آتے ہیں اور شب بیداری کرتے ہیں اس لیے عام دنوں کے مقابلے میں اس مبارک موقع پر پوری روشنی کی جاتی ہے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کو بدعت یا ناجائز کہا جائے۔ اگر بلا وجہ روشنی کی جاتی ہے یا روشنی کرنے ہی کو اس شب میں کوئی خاص اہمیت دی جاتی ہے تو یقیناً غلط ہے کہ اس مبارک شب میں روشنی کرنے کا کوئی حکم وارد نہیں لہٰذا حسبِ ضرورت مساجد میں یا قبرستانوں میں یا عام شاہراہوں میں روشنی کی جائے تو اس کی ممانعت کی بھی کوئی وجہ نہیں اور بلا وجہ مسلمان کے کسی فعل کو، جو کسی صحیح غرض کی بنا پر کیا جاتا ہو ناجائز یا بدعت کہنا سراسر ظلم ہے۔ شریعتِ اسلامیہ اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔

شبِ برأت کا حلوہ

شبِ برأت میں حلوہ پکانا نہ تو فرض ہے نہ سنت نہ حرام وناجائز بلکہ حق بات یہ ہے کہ شبِ برأت میں دوسرے تمام کھانوں کی طرح حلوہ پکانا بھی ایک مباح اور جائز کام ہے اور اگر اس نیک نیتی کے ساتھ ہو کہ ایک عمدہ اور لذیذ کھانا فقرا اور مساکین اور اپنے اہل وعیال کو کھلا کر ثواب حاصل کرے تو یہ ثواب کا بھی کام ہے۔ درحقیقت اس رات میں حلوے کا دستور یوں نکل پڑا کہ یہ مبارک رات صدقہ و خیرات اور ایصالِ ثواب وصلہ رحمی کے لیے خاص ہے لہٰذا انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ ایسے موقع پر کوئی مرغوب اور لذیذ کھانا پکایا جائے۔ بعض عالموں کی نظر بخاری شریف کی اس حدیث شریف پر پڑی کہ:

کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یحب الحلواء والعسل

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حلوہ (شیرینی) اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

لہٰذا ان علمائے کرام نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس رات میں حلوہ پکایا پھر رفتہ رفتہ عوام میں اس کا چرچا ہوا اور رواج ہو گیا چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے ملفوظات میں ہے کہ ہندوستان میں شبِ برأت میں روٹی اور حلوہ پر فاتحہ دلانے کا دستور ہے اور سمرقند وبخارا میں ''قتلما'' پر جوں ایک میٹھا کھانا ہے (بحوالہ جنتی زیور، از: علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ، ص:۱۳۲)
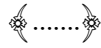
(صفحہ:۴۸ کا بقیہ)

غیر مقلدین کا مرکزی نشانہ اکثر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ہوتے ہیں اس لیے امام اعظم کی عظمت کو بھی واضح کرنا بھی پروفیسر صاحب نے ضروری سمجھا۔ اس سے امام اعظم پر کیے جانے والے شبہات کے بادل چھٹ جائیں گے اور بیمار ذہنوں کا علاج بھی ہوجائے گا بشرطیکہ وہ علاج کے خواہاں ہوں۔ اب زیادہ دیر مت کیجیے آج ہی کتاب خریدیے اور تقلید جیسی فطری ضرورت کے متعلق پنپ رہی غلط فہمیوں کا ازالہ کیجیے اور اپنی فکری اساسوں کو متزلزل ہونے سے بچائیے۔ اس سلسلے میں مولانا مجاہد حسین حبیبی آل انڈیا تبلیغ سیرت کولکاتا کو نہ سراہنا بڑی ناشکری ہوگی۔ انہوں نے اتنی اچھی کتاب شائع کرکے قارئین کو استفادے کا موقع عنایت فرمایا۔ عمدہ کاغذ اور صاف ستھرے کاغذ سے مزین اس کتاب کو منگانے کے لیے 09830367155 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔
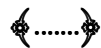
امام ابوحنیفہ کی ہی تقلید کیوں؟

از: مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو مقام محبوبیت پر فائز فرماتا ہے تو جبرئیل امین علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔ جبرئیل امین بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔ چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری عربی، ج۱/ص۴۵۶)

اس سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ ہر مردوزن جسے روئے زمین پر مقبولیت حاصل ہو جائے اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی محبوبیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا . (القرآن:۱۹/۹۶)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے اللہ انہیں مقام محبوبیت عطا فرمائے گا۔ یعنی بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت اور محبوبیت صرف ان خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی ہے جو ایمان وعمل کے زیور سے آراستہ ہوں۔

سب سے محبوب شخصیت

قرآن وحدیث کے معیارِ محبوبیت کو سامنے رکھتے ہوئے صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ عظام کے بعد تاریخ اسلام میں تلاش کیجئے کہ اہلِ ایمان وتقویٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوبیت اور مقبولیت کسے حاصل ہوئی؟ یہ تسلی کیے بغیر چارہ نہیں کہ وہ دوہی ہستیاں ہیں۔

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت۔ اور

(۲) غوث اعظم سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدست اسرارہما۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے کسی بھلائی کی طرف رہنمائی کی اسے عمل کرنے والے کی مثل ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ شریف عربی:۳۳)

دنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت ان دونوں اماموں کی پیروکار ہے۔ ایک شریعت کے امام ہیں اور ایک طریقت کے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں کتنا اجر وثواب مل چکا ہوگا اور رہتی دنیا تک کتنا ثواب ملتا رہے گا؟ میری گفتگو کا موضوع چوں کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ہے اس لیے آپ کی توجہ اس امر کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ امام اعظم کے پیروکار ہر دور میں بکثرت ہوئے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

ابن خلدون نے چھ سو برس پہلے، امیر خسرو نے سات سو برس پہلے، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے چار سو برس پہلے عالمِ اسلام بالخصوص برصغیر میں اہلِ سنت وجماعت اور حنفیوں کی اکثریت کا ذکر کیا ہے۔ دور جدید کے فاضل ڈاکٹر صبحی محمصانی نے احناف کو روئے زمین کے مسلمانوں کا دو تہائی قرار دیا ہے یعنی تاریخی طور پر احناف کو ملتِ اسلامیہ کا سوادِ اعظم تسلیم کیا ہے۔

امیر شکیب ارسلان نے احسن المساعی کے حاشیے میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت ابوحنیفہ کی پیرو ہے۔ خود غیر مقلد حضرات میں نواب صدیق حسن خاں، مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی یہی لکھا ہے اور غیر مقلد عالم مولوی محمد حسین بٹالوی نے غیر مقلدین کو آٹے میں نمک برابر قرار دیا ہے۔

امام اعظم کی مقبولیت

اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابوحنیفہ کو جو قبولیتِ عامہ عطا فرمائی وہ وہی مقبولیت ومحبوبیت ہے جو وہ اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے اور جس کا حدیث شریف میں بھی ذکر ہے کہ جو ان مقبول اور محبوب بندوں سے لڑائی مول لیتا ہے ان سے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے جنگ کے لیے تیار ہوجائے'' کون ایسا بدنصیب ہوگا جو اللہ

تعالیٰ سے جنگ کے لیے تیار ہو؟ (تقلید:۹،۱۰)

بعض لوگ عوام الناس کو مذہبِ حنفی سے برگشتہ کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ تم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے عقیدت مند اور مرید ہونے کے دعویدار ہو تو تمہیں ان کے مذہبِ حنبلی پر بھی عمل کرنا چاہیے۔ آج کے اسپیشلائزیشن کے دور میں اس قسم کے سوال کو مضحکہ خیز ہی قرار دیا جائے گا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص عارضۂ قلب کے مریض کو کہے کہ تم ہارٹ اسپیشلسٹ کے پاس جا رہے ہو تو اس سے آنکھ کی بیماری کا نسخہ بھی لکھوالانا۔

انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم عقائد میں امام ابومنصور ماتریدی اور امام ابوالحسن اشعری، قرأت میں امام حفص، تفسیر میں رئیس المفسرین سیدنا ابن عباس، بلاغت میں عبدالقاہر جرجانی، نحو میں سیبویہ، منطق وفلسفہ میں ابن سینا، حدیث میں ائمۂ حدیث خصوصاً امام بخاری، امام مسلم اور امام طحاوی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر فن کے اسپیشلسٹ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی طرح طریقت میں سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، شاہِ نقشبند، خواجۂ اجمیر اور شیخ سہروردی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور شریعت وفقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کی طرف رجوع کرتے ہیں جب کہ کئی ممالک میں اہلِ سنت وجماعت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مقلد اور پیروکار ہیں۔

ہم امامِ اعظم کی تقلید کیوں کرتے ہیں؟

آج دنیائے اسلام کے مسلمان فقہی مسائل میں چار اماموں کے پیروکار ہیں جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک کے، وہ امام شافعی کے اور امام شافعی امام احمد بن حنبل کے استاد ہیں اور غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی، امام احمد بن حنبل کے پیروکار اور مقلد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (الخیرات الحسان۔۱۸، از: امام ابن حجر مکی)

اکثر وبیشتر محدثین شافعی تھے یہاں تک کہ امام بخاری بھی شافعی تھے۔ (ابجد العلوم: ۸۱۱، از: نواب صدیق حسن بھوپالی) اور امام شافعی، امام محمد کے اور وہ امام اعظم کے شاگرد تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

امام شافعی کا مشہور مقولہ ہے: **الناس عیال علیٰ ابی حنیفة فی الفقه** تمام لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے بال بچے ہیں۔ (**تبییض الصحیفه** عربی: ۱۸، از: امام سیوطی)

یہ امر بھی لائقِ توجہ ہے کہ بخاری شریف میں امام بخاری کا سرمایۂ افتخار احادیث ثلاثیات ہیں۔ جن میں امام بخاری اور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں ان کی تعداد بائیس ہے۔ ان ثلاثیات میں سے اکثر امام مکی بن ابراہیم کی روایات ہیں اور وہ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے اکابرِ مشائخ میں سے ہیں۔ (ایضاً: حاشیہ، از: حسن نعمانی)

اس تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ واقعی امام اعظم ہیں اور یہ لقب انہیں ہی زیب دیتا ہے۔ اس کے بعد یہ سوال غیر ضروری ہوجاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ ہی کیوں؟

دنیائے علم وفقاہت میں امام ابوحنیفہ کو کون نہیں جانتا؟ وہ صحابۂ کرام کے بعد قانونِ اسلام کے سب سے بڑے ماہر تھے جن کے فیض سے دنیا بھر کے قانون دان فیض یاب ہوتے رہے اور آئندہ بھی ان کی خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔ وہ چونکہ تابعی ہیں اس لیے **رضی الله عنهم ورضوا عنه** (اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی) کے تاجِ کرامت سے سرفراز ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا اشارہ واضح طور پر آپ ہی کی طرف ہے۔

لو کان العلم معلقا بالثریا لتناوله قوم من ابناء فارس.

ترجمہ: اگر علم ثریا کے ساتھ بھی معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اسے حاصل کر لیتے۔

اور حدیث **من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین** ۔ (اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی فقاہت اور سمجھ عطا فرمادیتا ہے) ان کے ماتھے کا جھومر ہے۔

امام ابوحنیفہ وہ ہیں جن کے والد حضرت ثابت اور ان کی اولاد کے لیے حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعائے برکت فرمائی (**تبییض الصحیفه**:۵)

وہ امام المسلمین جنہیں ائمۂ اربعہ میں یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے متعدد صحابہ کی زیارت کی اور ان سے احادیث روایت کیں۔ (ایضا) ان کی پیدائش اس زمانے (۸۰ھ) میں ہوئی جو حدیث شریف کی شہادت کے مطابق خیر القرون میں سے ہے جن کا اجتہاد اور فتویٰ تابعین کے دور میں نامور علما نے تسلیم کیا۔ (عقود الجمان: ۱۸۰، از: امام محمد بن یوسف صالحی)

ان کے استاذ امام اعمش نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے گروہ فقہا! تم لوگ اطبا ہو اور ہم عطار ہیں اور اے امام ابوحنیفہ! تم

تو دونوں طرفوں کے جامع ہو۔ یعنی فقیہ بھی ہو اور محدث بھی۔ (الخیرات الحسان:۱۶۱)

ان کے جلیل القدر استاذ اور نامور محدث حضرت عمرو بن دینار ان سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ ان کے ایک دوسرے استاذ امام اعمش جو امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ الاساتذہ ہیں حج کے لیے روانہ ہوئے تو ان سے مسائلِ حج لکھوا کر لے گئے۔ انہوں نے چار ہزار علما و مشائخ سے علم حاصل کیا اس معاملے میں بھی کوئی امام آپ کا ہم پلہ نہیں ہے۔ (عقود الجمان:۸۳، ۱۸۱)

فقہ حنفی کیسے مرتب ہوئی؟

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کی تعداد ایک قول کے مطابق چار ہزار اور دوسرے قول کے مطابق دس ہزار ہے۔ ان میں سے چالیس وہ تھے جو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ جب کوئی مسئلہ پیش آجاتا تو ان سے مشورہ اور مناظرہ (مذکورہ) کرتے، احادیث و آثار میں سے ان کے دلائل سنتے اور اپنے دلائل پیش کرتے۔ بعض اوقات ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ عرصے تک تبادلۂ خیال کرتے جب کسی فیصلے پر پہنچ جاتے تو امام ابو یوسف اسے لکھ لیتے۔ یوں فقہ حنفی انفرادی نہیں بلکہ شورائی ہے جب کہ دیگر ائمہ کی فقہ ان کے انفرادی اجتہاد کا نتیجہ تھی۔ جب انہیں کوئی لاینحل مسئلہ پیش آجاتا تو چالیس مرتبہ قرآنِ پاک ختم کرتے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسئلہ حل ہوجاتا۔ (تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف:۲۶)

ملتِ اسلامیہ پر احسانِ عظیم

آپ کا ملتِ اسلامیہ پر احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے سب سے پہلے فقہ کو مرتب کیا آپ سے پہلے صحابۂ کرام اور ائمہ تابعین اپنے حافظے پر اعتماد کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ علم سلب نہیں فرمائے گا مگر علما کی وفات کے ذریعے علم سلب فرمائے گا۔ ان کے بعد جاہل راہنما رہ جائیں گے جو علم کے بغیر فتویٰ دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ اس حدیث شریف کے پیشِ نظر امام اعظم نے محسوس کیا کہ بڑے بڑے علما اٹھتے جارہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ علم ہی ضائع کر بیٹھیں چنانچہ انہوں نے ابوابِ فقہ کو ترتیب دیا۔ سب سے پہلے طہارت پھر نماز، زکوٰۃ، روزہ، باقی عبادات اور معاملات کے مسائل رکھے آخر میں مسائلِ میراث رکھے۔ بعض اہلِ علم نے فرمایا کہ آپ نے پانچ لاکھ مسائل ترتیب دیے۔ آپ کا عظیم امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ نے سب سے پہلے قواعدِ اجتہاد اور اصولِ فقہ کی بنیاد رکھی اور احکام کا استنباط کیا آپ ہی نے سب سے پہلے کتاب الفرائض (علم میراث) وضع کی۔ (ایضا)

امام محمد بن سماعہ فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار احادیث بیان کیں اور چالیس ہزار احادیث میں سے آثار (صحابہ) کا انتخاب کیا۔ (ذیل الجواہر المضیئہ ج۲:۴۷۴)

امام اعظم کا مذہب دنیا کے ان خطوں میں پہنچا جہاں دوسرے مذاہب نہیں پہنچے آپ اپنے کاروبار کی آمدنی پر گزر بسر کرتے تھے۔ آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ کپڑے اپنے کارندے کے سپرد کیے اور اسے تاکید کی کہ ایک کپڑے میں نقص ہے اسے فروخت کرتے وقت گاہک کو بتا دینا۔ اسے یاد نہ رہا آپ نے تمام رقم صدقہ کردی جو تیس ہزار درہم تھی۔ کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی جیب سے علما و مشائخ پر خرچ کرتے تھے۔ (عقود الجمان:۱۸۵)

عبادت وریاضت

آپ کی عبادت و ریاضت کا یہ حال تھا کہ چالیس سال عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی تیس سال تک (ایام ممنوعہ کے علاوہ) روزے رکھے۔ اکثر راتوں میں ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کرتے۔ رمضان المبارک کے ہر دن میں ایک مرتبہ اور ہر رات میں ایک مرتبہ اور عید کے دن دو مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے۔ ہر سال حج کرتے اس طرح آپ نے پچپن حج کیے۔

امام اعظم کی عقل ودانش کا اندازہ امام شافعی کے اس ارشاد سے کیا جاسکتا ہے وہ فرماتے ہیں: ابو حنیفہ سے زیادہ عقل مند کسی عورت نے نہیں جنا۔ (ایضا)

امامِ ربانی مجدد الف ثانی کا خراج عقیدت

ملتِ اسلامیہ کی غالب اکثریت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر کاربند ہے۔ اس کے باوجود بعض لوگ جہالت یا عداوت کی بنا پر یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ خود ساختہ مسائل بیان کرتے تھے اور احادیثِ مبارکہ کی مخالفت کرتے تھے۔ امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کے لوگوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو لوگ بزرگانِ دین کو اصحاب رائے کہتے ہیں اگر ان کا عقیدہ

یہ ہے کہ یہ بزرگ اپنی عقل سے حکم کرتے ہیں اور کتاب وسنت کی پیروی نہیں کرتے تو ان کے خیالِ فاسد کے مطابق مسلمانوں کی اکثریت گمراہ اور بدعتی ہوگی بلکہ مسلمانوں کے گروہ سے ہی خارج ہوگی۔ یہ عقیدہ صرف اس جاہل کا ہوسکتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا اس بے دین کا جس کا مقصد دین کے آدھے حصے کا باطل کرنا ہے۔ ناکارہ لوگوں نے چند حدیثیں یاد کرلی ہیں اور دین کو ان ہی میں منحصر قرار دے دیا ہے۔ جو کچھ انہیں معلوم نہیں ہے اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے اس کی نفی کرتے ہیں۔

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہان است

زمین و آسمانِ او ہمان است

اس کیڑے کی طرح جو پتھر میں پوشیدہ ہے اس کی زمین بھی وہی ہے اور آسمان بھی وہی ہے۔

ان کے بے جا تعصب اور فاسد نظریات پر ہزار ہا افسوس!! امام ابوحنیفہ فقہ کے بانی ہیں اور فقہ کے چار حصوں میں سے تین حصے ان کے لیے مسلم ہیں۔ باقی چوتھائی میں تمام ائمہ ان کے ساتھ شریک ہیں۔ فقہ میں وہ صاحبِ خانہ ہیں اور باقی سب ان کے بال بچے ہیں۔ (مکتوبات فارسی، دفتر دوم: ۵۵)

امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

کسی تکلف اور تعصب کے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ کشف کی نظر میں مذہبِ حنفی عظیم دریا کی صورت میں نظر آتا ہے اور دوسرے مذاہب چھوٹی نہروں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ نظرِ ظاہر سے بھی دیکھا جائے تو ملت اسلامیہ کا سوادِ اعظم (یعنی اکثریت) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیروکار ہے۔ یہ مذہب اتباع کرنے والوں کی کثرت کے باوجود اصول وفروع میں تمام مذاہب سے ممتاز ہے اور احکام کے استنباط میں الگ طریقہ رکھتا ہے اور یہ بھی اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

عجیب معاملہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں مرسل حدیثوں کو متصل حدیثوں کی طرح لائقِ اتباع قرار دیتے ہیں اور اپنی رائے سے مقدم رکھتے ہیں۔ اسی طرح حضرت خیرالبشر علیہ الصلوات والتسلیمات کی صحبت کے شرف کی وجہ سے صحابی کے قول کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں جب کہ دیگر ائمہ اس طرح نہیں کرتے۔ اس کے باوجود مخالفین آپ کو صاحبِ رائے کہتے ہیں اور آپ کے حق میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں حالاں کہ تمام اہلِ علم آپ کے کمالِ علم اور کمالِ ورع وتقویٰ کے معترف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق عطا فرمائے کہ دین کے عظیم مقتدا اور مسلمانوں کے امام اور ملتِ اسلامیہ کے سوادِ اعظم کی ایذا رسانی سے باز رہیں۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ (سورۂ توبہ: آیت نمبر ۳۲، پ ۱۰) یہ لوگ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ (ایضا)

فقہِ حنفی کی اہمیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی نظر میں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

متقدمین حدیث نہیں لکھتے تھے (کیوں کہ احادیث ان کے حافظے میں محفوظ ہوتی تھیں) لیکن آج حدیث کا لکھنا واجب ہے کیوں کہ آج حدیث کی ان کتابوں کے بغیر روایتِ حدیث کا کوئی راستہ نہیں ہے اس کے بہت سے شواہد ہیں۔ اسی طرح قیاس کہتا ہے کہ معین امام کی تقلید واجب ہو۔ امام معین کی تقلید کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتی۔ جب کوئی شخص ہندوستان یا ماوراء النہر کے شہروں میں جاہل ہو (یعنی مجتہد نہ ہو) اور وہاں کوئی شافعی، مالکی یا حنبلی عالم نہ ہو اور ان مذاہب کی کوئی کتاب بھی نہ ہو تو اس شخص پر امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے۔ اس کے لیے امامِ اعظم کے مذہب سے نکلنا حرام ہے کیوں کہ وہ اپنی گردن سے شریعت کا قلادہ اتار دے گا اور محض بے کار ہوکر رہ جائے گا۔ (کتاب الانصاف: ۲۲، از: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

وصال مبارک

حضرت امام اعظم کا وصال پاک ۱۵۰ھ میں رجب یا شعبان کے مہینے میں ہوا۔ امام اعظم کا جب جنازہ اٹھایا گیا تو بغداد میں لوگوں کا سمندر موجزن تھا جن میں اکثر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔

حضرت صدقۃ المغابری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام اعظم کو دفن کردیا گیا تو مسلسل تین راتوں تک غیب سے یہ آواز آتی رہی:

''فقیہ چلا گیا اب تمہارے لیے فقہ نہیں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کے جانشین بنو۔ نعمان کا وصال ہوگیا۔ اب کون ہے جو ہر شب کو بیدار ہو جب وہ پردے پھیلا دے''۔ یہ بھی کہا گیا کہ جس رات آپ کا وصال ہوا اس رات آپ پر جنات روئے۔ (الخیرات الحسان: ۲۲۹)

(......)

شرعی احکام ومسائل

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

(۱) میڈیکل، دنیوی تعلیم اور ہاؤسنگ کے لیے زکوٰۃ کا حکم

☆ میڈیکل، دنیوی تعلیم، ہاؤسنگ کے لیے اشتہار کر کے کیا زکوٰۃ فنڈ وصول کیا جا سکتا ہے؟ مانگنے والے نے میڈیکل، تعلیم یا ہاؤسنگ کے لیے زکوٰۃ مانگی ہے۔ زکوٰۃ دینے والا اس طرح ان امور کے لیے کیا زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ ان میں سے کسی کام کے لیے خاص طور پر کیا زکوٰۃ وصول کی جا سکتی ہے؟ اور کیا دینے والا اسی خاص کام کی شرط پر دے سکتا ہے؟

الجواب: میڈیکل اور دنیوی تعلیم اور ہاؤسنگ کے لیے خود زکاۃ کے حقدار فقرا و مساکین کو زکاۃ دے سکتے ہیں اس کے بعد انہیں اختیار ہے کہ وہ اپنی جس ضرورت میں چاہیں صرف کریں اور زکاۃ کا فنڈ قائم ان مقاصد کے لیے زکاۃ وصول کرنا جائز نہیں کہ قرآن وحدیث میں زکاۃ کے جو مصارف بیان کیے گئے ہیں یہ ان میں سے نہیں۔ ہمارے علما نے اب زکاۃ و صدقاتِ واجبہ کا بیت المال قائم کرنے سے بھی منع فرما دیا ہے جیسا کہ مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ کے فقہی سیمینار میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔

زکاۃ کل ۲-۱/۲ فیصد نکلتی ہے جب کہ مالک کے پاس ۹۷-۱/۲ ساڑھے ستانوے فیصد محفوظ رہتا ہے۔ اغنیا اور مسلم رہنماؤں کو چاہیے کہ اس کے لیے ۱-۲ ۹ فیصد سے معمولی حصہ درج بالا امور کے لیے خاص کر دیں اگر ایسا ہو گیا تو قومِ مسلم کے بہت سے ملی، سماجی اور نجی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲) دوائی کے مستحق کو زکوٰۃ دینا

☆ دوا لینے کے لیے آنے والا ضرورت مند کہے کہ میں زکوٰۃ کا مستحق ہوں تو کیا اس کی بات پر یقین کر کے اس کو حقدار مان لیا جائے گا؟

الجواب: زکاۃ دینے والا دل میں اچھی طرح غور کرے اگر اس کا دل اس پر جمے کہ وہ سچا ہے تو اسے زکاۃ کا حقدار مان کر زکاۃ دے سکتا ہے۔

عالمگیری وغیرہ میں ہے:

جس نے تحری کی یعنی سوچا اور دل میں یہ بات جمی کہ اس کو زکاۃ دے سکتے ہیں اور زکاۃ دے دی۔ بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ مصرفِ زکاۃ ہے یا کچھ حال نہ کھلا تو ادا ہو گئی اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غنی تھا یا اپنی اولاد تھی یا شوہر تھا جب بھی ادا ہو گئی۔ اور یہ بھی تحری ہی کے حکم میں ہے کہ اس نے اسے غنی نہ جان کر دے دیا یا وہ فقیروں کی جماعت میں انہیں کی وضع میں تھا، اسے دے دیا (تو بھی زکاۃ ادا ہو گئی) عالمگیری، درمختار، ردالمحتار۔ (بہار شریعت: ص/۶۴، حصہ/۵، مصارف) **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۳) زکوٰۃ کی رقم سے ڈاکٹر کی فیس اور ہاسپٹل کا بل ادا کرنا

دوا، گولیاں، دوا کی بوتل وغیرہ تو دوا لینے کے لیے آنے والے کے ہاتھ میں دی جاتی ہے لیکن ڈاکٹر کی فیس اور ہاسپٹل کا بل ڈاکٹر کو یا ہاسپٹل میں دے دیتے ہیں تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ اگر نہیں ہوتی تو ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب: زکاۃ ادا ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ فقیر کو مال زکاۃ دے کر اسے مالک بنا دیں یعنی مالِ زکاۃ پر فقیر مسلم کا قبضہ ضروری ہے اور جب ڈاکٹر کی فیس ڈاکٹر کو دیتے ہیں اور ہاسپٹل کا خرچ ہاسپٹل میں جمع کرتے ہیں تو فیس اور خرچ والے روپے پر فقیر کا قبضہ نہ ہوا، نہ ہی اسے ان روپیوں کا مالک بنایا گیا اس لیے وہ زکاۃ ادا نہ ہوئی۔ اس کا حل یہ ہے کہ یہ روپے مریض کو دے دیں اور کہہ دیں کہ تم اس کے مالک ہو۔ جب وہ ان پر قبضہ کر لے تو اس سے لے کر فیس دے دیں اور اخراجات ادا کر دیں یہ بہتر ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی فقیر مستحق سے زکاۃ کے ذریعے اس طرح کی رقم کا حیلۂ شرعیہ کر لیں پھر اس میں سے کچھ اس فقیر کو دیں اور باقی میں سے جتنا مریض کے لیے صرف کرنا

ہوکریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) یونیفارم اوراسکول کی کتابوں کے لیےزکوٰۃ

زکوٰۃ کے حقدار بالغ لڑکے اورلڑکیوں کو دینوی تعلیم کے لیے زکوٰۃ فنڈ میں سے یونیفارم، اسکول کی کتابیں، نوٹ بکس وغیرہ اسکول کے لوازمات ان کے ہاتھ میں دیے جاتے ہیں تو اس طرح دینے سے کیا زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

الجواب: بالغ وعاقل لڑکے،لڑکیوں کو اگر یونیفارم اور کتابوں اورنوٹ بکس وقلم، پینسل کا مالک بنا کر قبضہ دیا جائے تو زکاۃ ادا ہوجائے گی کہ زکاۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک اور قبضہ ضروری ہے جو یہاں متحقق ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ انہیں روپے کا ہی مالک بنا کر قبضہ دیں پھر ان سے کہیں کہ وہ یہ روپے اپنے تعلیمی امور میں صرف کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) اسکولی فیس اورٹیوشن فیس پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا

اسکولی فیس، ٹیوشن فیس، طلبا کے ہاتھ میں دینے کے بجائے اسکول یا ٹیوشن دینے والوں کو زکوٰۃ فنڈ میں سے کیا چیک یا نقد دے سکتے ہیں؟

الجواب: اسکول یا ٹیوشن ماسٹر یا ٹیچر کو زکاۃ فنڈ سے چیک دینا جائز نہیں کہ زکاۃ کے حقدار فقرا ومساکین ہیں اور اسکول وماسٹر وٹیچر کی فیس اور اجرت زکاۃ کے مصارف سے نہیں اور نہ ہی یہ لوگ اجیر ہونے کی حیثیت سے زکاۃ کے حقدار ہیں اس لیے جواب نمبر ۳ کے حل پر عمل کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) دینوی تعلیم کے لیےزکوٰۃ دینا

☆ نابالغ لڑکے اورلڑکیوں کو دینوی تعلیم کے لیے زکوٰۃ فنڈ میں سے امداد کرنے کی کیا صورت ہے؟ جس سے زکوٰۃ ادا ہوجائے۔

الجواب: کوئی نہیں۔ مدارسِ دینیہ میں صرف کرنے کے لیے زکاۃ کی رقم کا حیلۂ شرعیہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ آج کے زمانے میں اس کے بغیر دینی علوم کی حفاظت نہیں ہوسکتی اور حصولِ علمِ دین بجائے خود قربت وکارِ ثواب ہے مگر کالج اور اس کی تعلیم ان دونوں سے خالی ہیں اس لیے نابالغ لڑکے اورلڑکیوں کا تعاون دینوی تعلیم کے لیے صرف عطیات سے کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) زکوٰۃ کی رقم سے فلیٹ کی تعمیر اوررہائش کا حکم

☆ زکوٰۃ کے حقدار ضرورت مند کو مکان دینے کے لیے جماعت سے زکوٰۃ فنڈ وصول کیا جاتا ہے۔ جماعت کو للہ رقم ملی۔ اس سے زمین کا پلاٹ خریدا گیا۔ للہ رقم سے خریدی گئی زمین پر زکوٰۃ فنڈ میں سے فلیٹ بنائے گئے ہیں۔ زکوٰۃ کے حقداروں کو دینے کے لیے کیا اس طرح زکوٰۃ کی رقم میں سے مکان کی تعمیر کرسکتے ہیں؟

مذکورہ بالا طریقے سے تعمیر شدہ مکانات کو مندرجہ شرائط کے ساتھ ضرورت مندوں کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(الف) مکان دینے کے بعد کیا ان سے ماہانہ زمین کا کرایہ لیا جاسکتا ہے؟

(ب) زکوٰۃ کے حقدار کو دیا ہوا مکان جب تک وہ خود رہے تب تک اس کی ملک میں رہے گا وہ اسے بیچ نہیں سکتا۔ نہ اپنی مرضی سے وہاں کسی اور کو رہنے کے لیے دے سکتا ہے۔ اس شرط پر مکان دیا جاتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟

(نوٹ) ان شرائط کو عائد کرنے کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

(الف) کچھ زکوٰۃ کے مستحقین مکان دیے جانے پر اسے اپنی ملک میں لے کر کچھ ہی دنوں میں مکان فروخت کرکے اس کی رقم لے کر چلے جاتے ہیں۔

(ب) ایسے لوگ زیادہ رقم کی حرص میں غیر مسلموں اور بد اخلاق لوگوں کو مکان بیچ دیتے ہیں جس سے دوسرے رہنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

الجواب: زکوٰۃ دینے کا یہ طریقہ ناجائز ہے کہ اس طور پر زکاۃ ادا نہیں ہوتی اور جتنے لوگوں نے زکاۃ فنڈ میں زکاۃ کے روپے جمع کیے ہیں ان کی زکاۃ ان کے ذمے فرض ہے اور تاخیر کی وجہ سے گناہ بھی لازم آتا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا کہ زکاۃ کی ادائیگی کے لیے مسلمان فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے اور یہاں کوئی مسلمان زکاۃ کی رقم یا اس سے نئے فلیٹ کا مالک نہیں بنایا جاتا نہ وہ مالک ہوتا ہے بلکہ اس کے لیے صرف فلیٹ میں رہنے کی اجازت ہے اور یہ تملیک نہیں، یہ زکاۃ کی رقوم کا بہت بے جا استعمال ہے۔ زکاۃ فنڈ کی انتظامیہ پر لازم ہے کہ فوراً اس سے باز آئے اور جن لوگوں کی زکاۃ اب تک ضائع ہوئی ہے ان کی طرف سے زکاۃ ادا کرنے کی صورت بروئے کار لائے یعنی

اپنے پاس سے ان سے اجازت لے کر زکاۃ ادا کرے یا انہیں اتنی رقم واپس کردے تا کہ وہ ادا کریں۔ یہ حکم ایک صورت کا ہے مزید تفصیل نمبر/۸ میں آرہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) زکوٰۃ فنڈ سے مکانات تعمیر کرانا

☆ للہ رقم سے خریدی ہوئی زمین دس سال قبل زکوۃ فنڈ میں سے مکانات بنا کر زکوٰۃ کے حقداروں کو دیے گئے ہیں اور ان سے زمین کے کرائے کے طور پر ماہانہ سو روپیہ وصول کیے جاتے ہیں۔ آج تک ان مکانات میں رہنے والوں کو مکان فروخت کرنے یا کسی دوسرے کو دینے کا حق نہیں دیا گیا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ دس سال قبل اس کام کے لیے وصول کی گئی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر ادا نہ ہوئی تو اسے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ کیا حیلہ ہے؟ تفصیلاً بیان فرمائیں۔

الجواب: وہ زکوٰۃ ادا نہ ہوئی اور ادائیگی میں دس سال کی تاخیر ناجائز ہے اس کا گناہ اور وبال بھی سر آیا اور اگر زکاۃ دینے والے نے اپنے روپے سے تعمیر کی اجازت نہ دی ہو تو اس کی امانت میں خیانت کا گناہ بھی لازم ہوا اور اس صورت میں زکاۃ کی ادائیگی کا طریقہ وہی ہے جو نمبر/۷ میں بیان ہو اور اگر زکاۃ دینے والے نے فقرا ومساکین کی تملیک کے لیے فلیٹ کی تعمیر کی اجازت دی تھی مگر انتظامیہ نے تملیک کے لیے نہیں بلکہ اجارے پر دینے کے لیے بنایا تو یہ بھی گناہ ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو گزرا اور اگر زکاۃ دینے والے نے انتظامیہ کو مطلقاً اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق کام کریں تو ادائیگی میں تاخیر کے باعث دونوں گنہگار ہوئے۔ اور اس صورت میں زکاۃ کی ادائیگی کا آسان طریقہ ہے کہ فقرا کو فلیٹ کا مالک بنا دیں تو فلیٹ کی واجبی مالیت کی مقدار زکاۃ ادا ہو جائے گی پھر آئندہ ہرگز ایسا اقدام نہ کریں۔ نیز واجب ہے کہ جو لوگ بھی اس گناہ میں ملوث ہوں سب علانیہ توبہ کریں اور آئندہ کسی اقدام سے پہلے شرعی حکم معلوم کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿........﴾
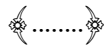
مینارہ مسجد ممبئی میں سولہواں عرسِ برکاتی اختتام پذیر

۱۶/رجب المرجب ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۹/جون ۲۰۱۱ء بروز اتوار بعد نمازِ عشا مینارہ مسجد، ممبئی میں احسن العلماء حضور سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کا سولہواں سالانہ عرسِ مبارک منایا گیا۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ حضور احسن العلماء کے صاحب زادگان پیر طریقت، رہبرِ شریعت، امینِ ملت حضور ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ شریف اور معروف افسانہ نگار شرفِ ملت حضرت سید اشرف میاں مارہروی، انکم ٹیکس کمشنر دہلی نے شرکت فرمائی۔ عرسِ مبارک کا آغاز قاری منور صاحب کی تلاوتِ قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد نعت ومناقب اور وعظ وخطابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ مولانا سید عبدالجلیل، مولانا شمیم الزماں اور حافظ وقاری شرافت علی قادری برکاتی کے خصوصی خطاب ہوئے۔ تقریباً بارہ بجے حضرت شرفِ ملت حضور سید اشرف میاں برکاتی نے نعتیہ اور منقبتیہ اشعار سے محفل میں جان پیدا کر دی۔ انھوں نے کافی دیر تک اپنے روح پرور اشعار سے سامعین کے قلوب کو گرمایا۔ اس کے بعد حضور صاحبِ سجادہ سید محمد امین میاں صاحب قبلہ نے پُر مغز خطاب فرمایا۔ حضرت نے امام احمد رضا کے اشعار پڑھ پڑھ کر سنائے اور سامعین کو مسلکِ اعلیٰ حضرت پر چلنے کی تلقین کی۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمیں تو فخر اس بات کا ہے کہ مارہرہ شریف کا حضور سیدنا غوث اعظم سے مضبوط کنکشن ہے۔ اہلِ مارہرہ کی نسبت سرکارِ غوث پاک سے ہے اور اس کے علاوہ فخر اس بات کا ہے کہ ہم سب اپنے نبی کی اُمت میں ہیں کہ جس امت میں ہونے کی انبیائے سابقین آرزو کرتے رہے۔ حضرت امین ملت نے مزید فرمایا کہ مارہرہ شریف ایک ایسی خانقاہ ہے کہ جس کے ایک گنبد کے نیچے سات اقطاب آرام فرما ہیں۔ مَیں دنیا کے ایک بڑے حصے میں گھوما پھرا ہوں مگر مجھے کہیں ایک گنبد کے نیچے سات اقطاب آرام فرما نہ ملے۔ یہ شرف صرف مارہرہ مقدسہ کو حاصل ہے اور یہ سب حضور غوث پاک کا صدقہ ہے۔ حضرت نے خاص طور پر فرمایا کہ خانقاہِ برکاتیہ کے دو ہی مشن ہیں ایک مسلکِ اہلِ سُنت وجماعت یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت کا فروغ اور دوسرا اشاعتِ علم۔ اسی لیے ہمارا نعرہ ہے آدھی روٹی کھاؤ، بچوں کو پڑھاؤ۔ اخیر میں انھوں نے تمام مسلمانوں کو اتحاد واتفاق سے رہنے کی اپیل کی۔

حضرت کی تقریر کے بعد حضور احسن العلماء کا قل شریف ہوا اور پھر صلوٰۃ وسلام کے بعد عرسِ پاک کا اختتام ہوا۔ اس عرسِ پاک میں ممبئی ومضافات کے درجنوں علما، مشائخ، خطبا، اساتذۂ مدارس اور طلبائے کرام نیز عوام کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ **(ادارہ)**

نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو

از: فہیم احمد ثقلینی ازہری

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دینِ اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ امر بالمعروف کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو نیکی کی ترغیب دلانا اور نہی عن المنکر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو برائی سے روکنا۔ انبیائے کرام ورسولانِ عظام علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت کا بھی یہی مقصد ہے اور یہ فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا گیا۔ عقائد وعبادات، اخلاق ومعاملات اور صالح اعمال کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صورت میں مکمل کر دیا۔ یہ جملہ امور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کے لیے مکمل طور سے واضح کر دیے ہیں۔ اسی طرح وہ جملہ امور جو نہی عن المنکر کی قبیل سے ہیں ان تمام برائیوں اور گناہوں سے بھی مطلع فرما دیا ہے۔ نیز جملہ شعبہ ہائے زندگی کے اصول وضوابط اسوۂ حسنہ اور سیرتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی روشنی میں ایک خطِ مستقیم ہیں آپ کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقدس فریضہ حضرات صحابۂ کرام نے انجام دیا۔ ان کے بعد یہ کام اولیائے کرام، مشائخ عظام اور صوفیائے کرام نے سنبھالا، عصر حاضر میں یہ کام مدارس ومساجد اور خانقاہوں سے سرانجام دیا جارہا ہے مگر یہ فریضہ جتنا اہم ہے اس کو اتنی اہمیت نہیں دی جارہی ہے بلکہ اس کے نام پر پیشہ ور خطبا ومقررین زراندوزی کر رہے ہیں۔

برائی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا فرضِ کفایہ ہے جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کرلیں تو بعض دوسروں سے اس کی فرضیت ساقط ہوجائے گی اور جب تمام لوگ امر بالمعروف اور نہی عن لامنکر کو ترک کردیں تو عنداللہ بروزِ محشر سب لوگوں سے مواخذہ ہوگا اور جس جگہ کوئی اور شخص برائی سے روکنے والا نہ ہو اور وہاں صرف ایک عالمِ دین ہو تو اس پر برائی کا روکنا فرضِ عین ہے مثلا کوئی شخص اپنی بیوی، اپنی اولاد یا نوکر کو یا کسی بھی ماتحت کو برائی میں مشغول دیکھے یا کسی نیکی میں تقصیر دیکھے تو اس شخص کے لیے نہی عن المنکر فرض ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شخص خود کامل اور تمام احکامِ شرعیہ پر عامل ہو اور تمام نواہی ومحرمات سے مجتنب ہو یہ نہ ہی حکام کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی علما اس سے مخصوص ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو احکام ظاہر اور مشہور ہیں مثلاً نماز روزہ کی فرضیت، جھوٹ، قتل، غارت گری، چوری اور زنا کی حرمت سے ہر عام وخاص واقف ہے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مثلاً نماز نہ پڑھنے اور جھوٹ بولنے پر مرتکبین کو ٹوکے، ان کی حلت وحرمت سے انہیں آگاہ کرے اور جو احکامِ شرعیہ غامض ودقیق ہیں یا جن کا تعلق بحث وتحقیق، تمحیص وتفتیش اور استنباط وتخریج سے ہے ان کا قیام اور غیروں کو اس کی تعلیم وتبلیغ ہر کس وناکس پر لازم وضروری نہیں ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے دعوت وتبلیغ صرف اہلِ ایمان واسلام تک محدود نہیں بلکہ اس کے دائرۂ کار میں پوری دنیا کے غیر مسلم بھی ہیں۔ اس لیے کہ دینِ اسلام ایک آفاقی دین ہے جو تا قیامت ہر قرن وعصر میں جملہ اقوامِ عالم کے لیے۔ لہٰذا غیر مسلموں کو بھی اسلام کے بنیادی اصول وضوابط سے آگاہ کیا جائے تاکہ مذہبِ اسلام کی حقانیت اور آفاقی تعلیم سے متاثر ہوکر اسلام میں داخل ہونے کی خواہش کریں اور برادرانِ اسلام کو اصولِ دین کی طرف راغب کیا جائے تاکہ وہ معاصی سے تائب ہوکر نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف گامزن ہوں اور اسلامی معاشرہ تشکیل ہوکر امنِ عالم برپا ہوسکے اور فساد ودہشت گردی کا خاتمہ ہو۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر قرآن کے حوالے سے:

اللہ رب العزت نے کلامِ مقدس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں مختلف اسالیب اور پیرایۂ بیان میں ذکر کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ اُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (آل عمران: ۱۱۴)۔

اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور نیک اعمال میں کوشاں

رہتے ہیں اور ایسے اوصاف والے ہی صالحین ہیں۔

اس آیت کریمہ میں صالحین یعنی اولیا اصفیا کا یہ وصف ذکر کیا گیا ہے کہ وہ استقامت علی الایمان کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں بلفظ دیگر جو حضرات نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں وہ اللہ کے نیک بندے اور صالحین ہیں۔

مسلمانوں کی آپسی محبت ومودت اور اخوت وبھائی چارگی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ آپس میں معروف کا حکم دیتے ہیں ایک دوسرے کو نواہی سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین کا انہیں اوصاف کے ساتھ ذکر فرمایا ہے: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۔ (ترجمہ) اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں (اس بات میں) کہ اچھے کام کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کا اتباع کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔

مسلمان قوم دنیا کی بہترین امت ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو انسانوں کی رشد وہدایت اور اصلاح کے لیے منتخب کر رکھا ہے کیوں کہ اس امت کی خوبی اور خصوصیت ہے انسانوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ بالخصوص اس امت کے علما وصلحا اور اولیا وصوفیا اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہیں۔ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی کر کے معرفتِ خداوندی حاصل کی ہے اور یہی نفوسِ قدسیہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ احسن انداز میں انجام دیتے ہیں اسی لیے یہ امت صلاح وفلاح سے ہمکنار ہوگی نیکیوں کی ترغیب برائیوں پر ترہیب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمان قوم کو خیر امت کے خطابِ لازوال سے یاد فرمایا ہے۔ كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ تم خیرِ امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کیے گئے ہو نیک کام کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

امتِ مسلمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی کی وجہ سے دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار رہے گی۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج نیشاپوری اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص نے برائی کو دیکھا وہ اپنے ہاتھ سے برائی کو مٹائے اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے مٹائے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجے کا ایمان ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، اور امام محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، اپنی اپنی سنن میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ جب کوئی برائی دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو عن قریب اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں گرفتار کرے گا۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ اپنی کتاب سننِ ابوداؤد میں حضرت عرس بن عمیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی جگہ کوئی گناہ کیا جائے تو جو شخص وہاں حاضر ہو مگر وہ اس گناہ کو اپنے دل میں ناپسند سمجھتا ہو تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جو وہاں حاضر نہیں اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو لیکن اسے پسند کرتا ہو تو وہ اس آدمی کے مثل ہے جو وہاں موجود ہو۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی کتاب شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاح شہر کو شہر والوں سمیت الٹ دو۔ حضرت جبرئیل نے بارگاہ خداوندی میں

عرض کیا یا الہ العالمین! اس شہر میں تیرا ایک نیک بندہ بھی رہتا ہے جس نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکرر حکم ارشاد فرمایا اس شہر کو الٹ دو اس لیے کہ اس کا چہرہ گناہوں کو دیکھ کر میری خوشنودی کی خاطر ایک لمحہ بھی متغیر نہیں ہوا۔

شیخ ولی الدین خطیب تبریزی متوفی ۷۴۰ھ مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے شبِ معراج دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا گیا۔ یہ آپ کی امت کے خطیب اور واعظ ہیں جو لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے یعنی خود نیک کام نہیں کرتے تھے۔ یہ شرح السنہ اور شعب الایمان کے الفاظ ہیں اور ایک دوسری روایت میں اتنا اور زائد ہے کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو نیکی کام کرنے کا حکم دیتے تھے اور خود نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔

حضرت شیخین بخاری ومسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا آگ میں اس کی آنتیں بہت جلد پیٹ سے باہر آجائیں گی جس طرح گدھا چکر لگا کر زمین پر پڑی چیز کو روندتا ہے اسی طرح وہ شخص اپنی آنتیں روندر ہا ہوگا۔ اہلِ دوزخ اکٹھے ہوکر پوچھیں گے اے فلاں شخص! تیرا کیا حال ہے تو تو ہمیں نیکی کا حکم دیتا تھا اور برائی سے روکتا تھا وہ کہے گا میں تمہیں نیکی کے بارے میں کہتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا تمہیں برائی سے روکتا تھا مگر خود نہیں رکتا تھا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تعلق سے چند احادیث واخبار کا خلاصہ ہدیۂ قارئین ہے۔ ترمذی شریف کی روایت کا خلاصہ ہے کہ جب لوگ کسی شخص کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو عن قریب ان سب پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے لوگوں کو روکتے رہنا ورنہ تم پر تم ہی میں سے برے لوگ مسلط کردیے جائیں گے پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی اور امام ترمذی کی روایت میں اتنا مزید ہے: ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے گا پھر تم اللہ سے دعا کروگے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آقا ومولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مقام پر کھڑا ہوکر حق بات کہہ سکتا ہو اس کو حق بات کہہ دینا چاہیے کیوں کہ یہ حق بات کہنا اس کی موت کو نہ تو مقدم کرسکتا ہے اور نہ اس کے لکھے ہوئے رزق سے اسے محروم کرسکتا ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ افضل جہاد ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ ہم نے دنیا کی محبت میں دنیاداروں سے صلح کرلی ہے ہم میں سے کوئی کسی کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور نہ برائی سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حال پر نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ عذابِ الٰہی نازل ہوجائے۔

یہ احادیث اور اخبار وآثار تمام برادرانِ اسلام کے لیے عموماً اور علما وخطبا کے خصوصاً درسِ عبرت ہیں ان احادیث کی سچائی عصرِ حاضر میں جا بجا مشاہدے میں آتی رہتی ہے کہ ہمارے علما اور ائمۂ مساجد ظالم وجابر حکمران اور فاسق وفاجر لیڈران کی کفش برداری کو اپنے لیے معراج تصور کرتے ہیں ان کی بارگاہِ ظلم وستم میں سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں ان کے ایک اشارۂ ابرو میں ادھر سے ادھر گردش کرتے ہیں۔ ان احادیث وآثار میں ایسے ہی بے راہ رو اور بے عمل علما کا ذکر ہے۔ یہ لوگ حق بات کہنا درکنار ان کے ظلم وزیادتی کی قولاً وفعلاً تائید بھی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم اور دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صحیح اہمیت ان کے قلوب واذہان میں عطا فرمائے تاکہ یہ لوگ اس مقدس فریضے کو قرآن وحدیث کے مطابق انجام دینے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان وعمل کی توفیق مرحمت فرمائے آمین. بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔
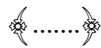
﴿.......﴾

نظام دعوت کی کامیابی کے شرائط

از: طاہر حمید تنبولی

انقلاب پر منتج ہونے والی دعوت کی دو شرائط ہیں۔ا۔ جان کی بازی ۲۔مال کی قربانی

یہ طے شدہ امر ہے کہ جو لوگ موت سے لڑیں گے وہ زندگی پا جائیں گے اور جو مال خرچ کریں گے وہ منزل آشنا ہوں گے۔ اس مضمون کو بنی اسرائیل کے حوالے سے قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ . مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۔(البقرہ۲:۲۴۴،۲۴۵)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان لو بے شک اللہ بڑا سمیع اور علیم ہے کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے پھر وہ اسی کے لیے اسے کئی گنا بڑھا دے اور اللہ ہی (تمہارے رزق میں) تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

بنی اسرائیل کے دو ہزار لوگ جن کو بزدلی اور موت کے ڈر نے موت سے ہمکنار کیا بزدلی چھوڑنے پر انہیں زندگی مل گئی تو اس زندگی کو قائم رکھنے کا شعور دیا اور وہ شعورِ انقلاب جہاد تھا۔اسی کا دوسرا اہم عنصر **انفاق فی سبیل اللہ** ہے جب انہیں بقائے حیات کا یہ تصور نصیب ہوا تو چل کر اپنے نبیِ محترم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مقصد کو منزل آشنا کرنے کے لیے ہمیں قیادت درکار ہے جس کی سرکردگی میں جہاد و قتال کا فریضہ سرانجام دیں گے تا کہ عطا شدہ حیات مرحلۂ بقا ہی سے ہمکنار رہے۔ان کے نبیِ مکرم علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا جہاد و قتال کے لیے قیادت مانگنے والو! قیادت ملنے پر اس کا ساتھ چھوڑ کر کہیں بھاگ تو نہیں جاؤ گے؟ انہوں نے کہا کہ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے ہمیں اپنے گھر بار چھوڑ کر در در کی ٹھوکریں کھانی پڑیں ہم اپنے اعزہ و اقارب سے محروم کیے گئے اور ہمارے سیاسی معاشی سب حقوق پر ڈاکہ ڈالا گیا اس صورت حال کے پیشِ نظر ہم جہاد سے کیسے راہِ فرار اختیار کر سکتے ہیں۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۴۶ تا ۲۴۸ میں مضمون بیان کیا گیا ہے اور ساتھ میں ان کے کردار کو بھی قرآن مجید نے بیان کر دیا ہے۔ جب ان پر جہاد فرض کیا گیا اور قیادت فراہم کر دی گئی تو اکثریت حق سے منکر ہو گئی بہت تھوڑے لوگوں نے حق کی خاطر اٹھنے والی تحریک اور احیائے دین کی خاطر بپا کیے جانے والے نظامِ دعوت کا ساتھ دیا جس سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ حق کی خاطر قربانی دینے والے ہمیشہ قلیل ہوتے ہیں خواہ قوم کے سامنے دلائل و براہین کا رنگ روپ کچھ ہی کیوں نہ ہو مگر قربانی پھر بھی تھوڑے دیتے ہیں۔

بنی اسرائیل کی اس قوم کو

ا۔وقت کے نبی سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی۔

۲۔ملائکہ ان کے سروں پر تھے۔

۳۔مقدس تبرکات تابوت میں ان کے ہمراہ تھے۔

۴۔اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا ان پر سایہ تھا۔

اس قدر واضح براہین و آیات دیکھ کر بھی اکثریت حق کا ساتھ دینے سے گھبرا گئی۔حق کا ساتھ کن لوگوں نے دیا قرآن نے ارشاد فرمایا: **الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوا اللّٰہِ** (البقرہ۲:۲۴۹)

ترجمہ: اور جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ (مرنے کے بعد) اللہ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے والے ہیں۔

مراد یہ کہ جو لوگ گولیوں، بموں، میزائیلوں کو خاطر میں نہیں لاتے بلکہ جلوۂ یار کی آرزو میں جان کھپا دیتے ہیں جو محبوب کی مسکراہٹ کی خاطر کشتیاں جلا کر سمندروں میں کود پڑتے ہیں اور ہر خواہش کو فراموش کر کے پہاڑوں سے ٹکرا جاتے ہیں۔ جب تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مجنونانہ تعلق نہ ہو قربانی سہل نہیں ہوتی اور ایسا تعلق عشق رکھنے والے ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں سو قربانی بھی وہی دیتے ہیں اور پھر قربانی کے بغیر موت حیات میں نہیں بدلتی۔ ملاحظہ ہو قرآنِ مجید کا بیان۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا ھُمْ نَاسِکُوْہُ فَلَا یُنَازِعُنَّکَ فِی الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ اِنَّکَ لَعَلٰی ھُدًی مُّسْتَقِیْمٍ.

(الحج ۲۲:۲۷)

ترجمہ: ہر اُمت کے لیے عبادت (قربانی) کے قاعدے بنا دیے کہ وہ ان پر چلے تو ہر گز وہ تم سے اس معاملے میں جھگڑا نہ کریں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ بے شک تم سیدھی راہ پر ہو۔

پچھلی آیت کے مفہوم کو ساتھ ملا کر بات یوں بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا پھر وہ مارتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے اگر سوال کیا جائے مولیٰ! موت حیات سے کیسے بدلتی ہے؟ فرمایا ناشکری نہ کرو اور ہر امت کو قربانی کی راہ بتا دی ہے جو اس پر چلے گا زندہ ہوگا۔ یہ امر واضح ہوگیا ہے کہ قوموں کا زندہ ہونا حق ہے اور زندگی جان و مال کی قربانی کے بغیر ناممکن ہے۔

اس امر میں جھگڑا نہ کریں۔ فلا ینازعنک فی الامر۔ قومیں زندہ ہوتی ہیں تو جان و مال کی قربانی سے ہی زندہ ہوتی ہیں۔ یہ قابل نزاع امر نہیں ہے بلکہ یہ متفق علیہ معاملہ ہے۔

اس میں بعد میں فرمایا: وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ۔ اور اپنے رب کی طرف دعوت دیں۔

حتیٰ کہ ہدایت نصیب ہو اور وہ ہدایت استقامت سے بہر یاب کردے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو نظامِ دعوت بپا کریں وہ دعوت مبنی بر منسک ہو۔ منسک سے مراد جان و مال کی قربانی ہے یہ قربانی موت کو حیات سے بدل دے گی اور یہ قربانی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلقِ عشقی رکھنے والے دیں گے۔ اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ (جو یقین رکھتے ہیں کہ قربانی کے بعد رب کی ملاقات سے شرف یاب ہوں گے) اور یہی ہدایتِ مستقیم ہے اسی ہدایتِ مستقیم کا جو منزل پر لے جائے پہلا قدم دعوت ہے دعوت منسک (قربانی) والی۔ اس کا مطلب ہے جو دعوت منسک کے جذبے (قربانی) کے طرف نہ لے جائے وہ دعوت مقبول و مستقیم نہیں ہے۔

مؤثر دعوت کے تقاضے: سنت ابراہیمی کی روشنی میں

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ (البقرہ۲۔۲۶۰)

ترجمہ: اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اے میرے پروردگار! دکھا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ فرمایا کیا تم یقین نہیں کرتے۔ عرض کیا کیوں نہیں اور (میں تو اس کے لیے دریافت کر رہا ہوں) تا کہ میرے قلب کو اطمینانِ کامل ہو جائے۔ فرمایا تو چار پرندے لے پھر ان کو ہلا لے (اپنے سے مانوس کر) پھر (ان کو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال اور) ایک ایک پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دے پھر ان کو بلا وہ تیرے پاس دوڑتے چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

یوں تو مذکورہ آیتِ مبارکہ کے اندر اخلاقی و روحانی تربیت اور تعلیمات کا ایک سمندر موجزن ہے اور انفرادی زندگی کی اصلاح سے لے کر قومی زندگی کے ہر پہلو کے بگاڑ کا خاتمہ کرنے کے لیے کامل رہنمائی اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کو بطریقِ احسن انجام دینے کے لیے ایک لائحہ عمل بھی ہے۔ اقامتِ دین کی جدوجہد اور انقلابی کاوش کے لیے ہدایت کا سامان بھی میسر آتا ہے مگر ذیل میں اس آیتِ کریمہ کے اندر بیان کردہ فقط ''دعوت و تربیت کے پہلوؤں'' پر روشنی ڈالی جائے گی۔

داعی کو اپنے اندر کیا کیا خصوصیات پیدا کرنی چاہیے۔ دعوت کو بپا کرنے کے کیا کیا تقاضے پورے کرنا ضروری ہیں نیز انقلابی جدوجہد کس قسم کی کاوشوں، محنت و مشقت، ذوق و شوق، صبر و استقامت اور عزم و استقلال کی متقاضی ہے۔ ہمارے اس موضوع کا مرکز و محور مذکورہ بالا چیزیں ہوں گی۔

آیت کریمہ کا پس منظر

اس آیتِ کریمہ سے پہلے دو آیات نہایت اہم انقلابی فکر پر مبنی تعلیمات پر مشتمل ہیں۔ یہ آیات قرآنی فصاحت و بلاغت کے دل نشین انداز میں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ مردوں کو زندگی کیسے ملتی ہے؟

اللہ تبارک و تعالیٰ کی احیائے موتی (مردوں کو زندہ کرنا) کی قدرت کا اظہار کب اور کیوں کر ہوتا ہے۔ وہ کون سے مقدس اور با برکت ہاتھ ہیں جن کے اٹھنے کے بعد قفسِ عنصری سے نکلی ہوئی روح اس میں لوٹ آتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْکَ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ (البقرہ۲:۲۵۸)

ترجمہ: اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا

اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی کہ جب ابراہیم نے کہا میرا رب جلاتا اور مارتا ہے۔ بولا میں جلاتا اور مارتا ہوں۔

اس آیتِ کریمہ میں مردے جلانے اور زندگی کو موت سے ہمکنار کرنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم کی دعوت کی مخالفت ومزاحمت وقت کے جابر اور مستبد حکمران نمرود نے کی۔ اس مخالفت کی بنیاد دیانت، بصیرت اور دلائل پر ہرگز نہ تھی بلکہ محض حکومت اور اقتدار کو خطرہ لاحق ہونے کے سبب تھی۔ ہر داعیِ انقلاب جب اپنی دعوت قوم کے سامنے پیش کرتا ہے تو استحصالی مقتدر اور مفاد پرست طبقات ہمیشہ بلا جواز اس کی مخالفت کرتے ہیں کیوں کہ وہ نمرود کے قول انـــا احیی و امیت (میں لوگوں کو زندہ کرتا اور مارتا ہوں) کے مطابق اسی زعم باطل میں مبتلا ہوتے ہیں کہ عوام کا جینا اور مرنا اور ان کی عزت وذلت سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے وہ ایسا ہی نظام برقرار رکھنا چاہتے ہیں جس میں لوگ انہیں کے رحم وکرم پر جئیں اور ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر کچل دیے جائیں۔ چنانچہ پیغمبرانہ دعوتِ انقلاب اسی نمرودی نظام ظلم واستحصال کے خلاف ہوتی ہے پھر ایسے اہلِ دعوت کو مصائب ومشکلات کی نمرودی آگ میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسی مضمون کو مزید شرح وبسط اور فصاحت وبلاغت کے علاوہ دیگر اسرار ورموز کے ساتھ اگلی آیت میں سیدنا عزیر علیہ السلام کے حوالے سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ (۲۵۹:۲)

ترجمہ: یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری پڑی تھی چھتوں پر بولا اسے کیوں کر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد۔

حضرت عزیر علیہ السلام یا حضرت یرمیاہ علیہ السلام (دونوں میں سے کوئی ایک پیغمبر) جب بیت المقدس کے شہر سے گزرے تو اس شہر کو دشت وبیاباں میں بدلا ہوا پایا۔ شہر کے باسی موت کی نیند سو رہے تھے اور اجڑے ہوئے دیاروں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ وہاں سے گزرنے والی برگزیدہ ہستی کے دل میں سوال پیدا ہوا کہ اللہ ان اجڑے دیاروں کو بہاروں سے آشنا کیسے کرے گا؟ آغوش موت میں گہری نیند سوئے یہ لوگ دوبارہ زندگی کی کیفیت سے کیسے واقف ہوں گے۔ اس سوال پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس برگزیدہ ہستی پر موت طاری کر دی اور سو سال بعد دوبارہ زندہ کیا اور چند مشاہدات میں گزار کر انہیں احیائے موتی کی قدرت میں حق الیقین تک پہنچا دیا۔

اس واقعے سے تمثیلاً رہنمائی کے تحت یہ بھی معلوم ہوا کہ خدائی نظام میں اسی طرح مردہ قوموں کو زندگی ملتی ہے مگر قوموں کو اجتماعی موت سے ہمکنار ہو جانے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے لیے ایک طویل عرصہ اور جدوجہد درکار ہوتی ہے۔ یہ عرصہ سو سال یا کم وبیش بھی ہوسکتا ہے تب جا کر قوموں کو حیات نصیب ہوتی ہے۔

مذکورۃ الصدور دونوں آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت احیائے موتی کا ذکر ہے اور زیر نظر آیت میں بھی اسی مضمون کو تسلسل کے ساتھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کی شکل میں ایک جداگانہ انداز کے ساتھ بیان کیا گیا۔

مردہ زمین ہو یا ویران دل، بنجر دیار ہوں یا بے حال روح، بے جان جسم ہو یا حالتِ نزع سے گزری ہوئی کوئی قوم ان سب کو زندہ کرنے کا ایک الوہی نظام اور قدرتِ الٰہیہ کا خاص تصرف بروئے کار لانے کے کچھ تقاضے ہیں جو داعی کو پورے کرنے ہوتے ہیں۔ ان تقاضوں کو پورا کیے بغیر نہ تو مردہ دل زندگی پا سکتے ہیں اور نہ مردہ روح کی رگ رگ دمِ زیست سے تازگی پاسکتی ہے، نہ مردہ قوم زندہ ہوسکتی ہے اور نہ ہی قبر میں پڑے ہوئے کسی مردے کو زندہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ تقاضے کیا ہیں؟ ان کا بیان اس آیتِ کریمہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے طور پر کیا گیا ہے۔

اللہ عزوجل نے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے جتنے بھی انبیائے کرام دنیا میں مبعوث فرمائے سبھی نے دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ قرآن مقدس میں موجود ہے۔ سبھی آیات میں دعوت وتبلیغ کے تقاضے، مطالبات اور طریقۂ کار کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

پہلا تقاضا: حیات افروزی

ان سب آیاتِ کریمہ کے اندر دعوت وتبلیغ کے منصب کو بڑی اہمیت اور شدومد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اگر دعوت سے معاشرے، قوموں اور افرادِ ملت کو زندگی نہ ملے تو ایسی دعوت کارِ لا حاصل کے ذیل میں آکر مردہ تصور ہوتی ہے۔ زیر مطالعہ آیتِ کریمہ (سورہ بقرہ: ۲۶۰:۲) میں زندہ دعوت کے نظام کو بپا کرنے کے تقاضوں کے بیان کے علاوہ درج ذیل مضامین بیان ہوئے ہیں۔

آیت کے مضامین

۱۔حضرت ابراہیم کی نظام احیائے موتی کے مشاہدے کی درخواست۔
۲۔قدرتِ الٰہیہ پرایمان کا اقرار واعلان۔
۳۔اطمینانِ قلب کے لیے مشاہداتی یقین کی افادیت۔
۴۔حضرت ابراہیم کا مختلف پرندوں کو پہلے اپنی ذات کے ساتھ مانوس کرنا۔
۵۔ بعدازاں ان پرندوں کو ذبح کردینا اور ان کے ٹکڑوں کو مختلف پہاڑوں پر بکھیر دینا۔
۶۔حضرت ابراہیم کی آواز پر ذبح شدہ پرندوں کا جی اٹھنا۔
۷۔مردوں کو جلانے کے نظام پر اللہ تعالیٰ کا قادر وغالب ہونا۔
۸۔اس نظام اور بیان میں اللہ تعالیٰ کی الوہی حکمتوں کی طرف اشارہ ہے۔

دوسرا تقاضا: ذکر وتسبیح

زیرِ مطالعہ آیات میں دعوت کا دوسرا تقاضا ان الفاظ میں بیان کیا گیا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا. (۳۳:۴۱،۴۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی حمد وتسبیح کرو۔ ذکرِ کثیر اور تسبیح وتقدیس اپنی جامعیت کے اعتبار سے صلوۃ وصیام، گریہ وزاری، تبتیل وتبتل، قیامِ لیل، تلاوت وترتیل اور صبرِ جمیل سب کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ایک داعی کو اپنی دعوت مؤثر بنانے کے لیے ان امور پر عمل پیرا ہونا بڑا ضروری ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ ایک داعی جتنا طہارت کیش ہوگا، جتنا زیادہ تقویٰ شعار ہوگا، ذکر وفکر کی غرقابی سے جتنی سیرابی لے گا، محبت بھرے ترانوں اور سرمدی نغموں سے زبانِ عبدیت جتنی تر رکھے گا بات میں مؤثریت اتنی بڑھتی چلی جائے گی۔یادِ محبوب میں روندے ہوئے جسم، جھکے ہوئے بازو اور بہتی ہوئی آنکھیں من کی وادیوں کو دولتِ اخلاص سے مالا مال کردیتی ہیں اور قوتِ اخلاص سے ادا کیے ہوئے لسانِ ناطق کے الفاظ ایسے نشتر ہوتے ہیں جو قلب وروح کے سالوں پرانے شیطانی، طاغوتی اور نفسانی سوروں کی جڑیں کاٹ دیتے ہیں اس لیے عملِ دعوت کے اس تقاضے کو بڑی شد ومد سے بیان کیا گیا تا کہ دعوت ہدایتِ مستقیم تک لے جائے۔

تیسرا تقاضا: باطل کا پیچ وتاب

دعوتِ حق کا من وجہ امتیازی وصف اور من وجہ یہ تقاضا ہے کہ اس پر باطل کا ہر روپ پیچ وتاب کھانے لگے۔اس کی حاکمیت کے بڑے ادارے سے لے کر اس کی تشکیل وتعمیر کا ہر عنصر، جز اور فرد اپنی طبعی شیطنت، طاغوتیت اور بطلان کا دفاع کرنے کے لیے برسرِ پیکار ہو جائے اس کے داخلی اور خارجی محافظ اپنے سازشی حربوں اور لات وہبل سے پرسومناتوں کو خطرے میں محسوس کریں اور یہ اپنے ہر روپ کے ساتھ اکھٹے ہوکر دعوتِ حق کے خلاف ایک طوفان کھڑا کردیں۔ باری تعالیٰ نے اس تقاضے اور وصف کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ. ترجمہ: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر۔

اس تقاضے کے پیشِ نظر دعوتِ حق کی پرکھ ہوتی ہے۔سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ایک طبقہ دعوت لے کر نکلتا ہے تو اس کے خلاف سارے گرد وغبار کا ہنگامہ ایک محشر بپا کردیتا ہے صد ود ومخالفت کے طوفانِ باطل رات کی تاریکی کو زیادہ ڈراؤنا اور خوفناک بنا دیتے ہیں اور دوسرا طبقہ جب دین کی دعوت لے کر اٹھتا ہے تو کوئی مخالفت نہیں کرتا جب کہ قرآن کا فیصلہ یہ ہے جو دعوت دین کے دشمن کو پریشان کرنے کی متقاضی نہ ہو یعنی اس دعوت کی عبارت دینی دشمنوں کو تقاضائے عداوت پر مجبور نہ کردے وہ محض نقشِ باطل ہے فاسق وفاجر حکمرانوں سے لے کر امریکہ تک پورا دیارِ کفر جس دعوت کو روکنے کی کوشش نہیں کرتا وہ دعوتِ حق نہیں ہے۔امرِ حق یہ ہے کہ جو دعوت باطل کو خطرہ لاحق نہ کرے اس دعوت میں بطلان ہے۔

اس مقام پر اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ممکن ہے دعوت مبنی برحق ہو اور داعی کی حکمتِ عملی نے دشمنی کی مخالفت ومزاحمت کو موقع ہی نہ دیا ہو تو اس کا جواب یہ ہے پیغمبرانہ دعوت سے بڑھ کر کس کی دعوت حکیمانہ ہوگی؟ وہ حکمت کے سرچشمے اور خیراتِ حکمت تقسیم کرنے والے ہیں جب ان کی دعوت مخالفت ومزاحمت سے نہیں بچ سکی تو ان کے علاوہ کون سا حکیم داعی ہے جو اس تقاضے سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہے۔ باری تعالیٰ نے فرمایا: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ۔(الفرقان:۲۵،۳۱)

ترجمہ: ہم نے گنہگاروں میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنائے۔

﴿.......﴾

تاریخِ اسلامی کا مینارۂ فکر و نظر
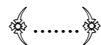
حضرت علامہ حبیب البشر خیری علیہ الرحمہ

رنگون کا عظیم المرتبت مفسر قرآن اور داعی و مبلغ جس کی دعوتی مساعی تاریخ کے اندھیرے میں ہیں

از: صادق رضا مصباحی

دنیا میں صوفیائے کرام اور اہلِ علم حضرات کی کبھی کمی نہیں رہی۔ ہر دور میں بزرگانِ دین اور علمائے کرام اپنے چشمۂ صافی سے دنیا والوں کو سیراب کرتے رہے اور ان کی دنیا و آخرت میں چار چاند لگاتے رہے۔ انہیں عظیم المرتبت شخصیتوں میں سے برما (رنگون) کا ایک اہم اور معتبر نام حضرت علامہ حبیب البشر خیری علیہ الرحمہ کا ہے۔ ماضی قریب کی اس عظیم علمی وروحانی شخصیت نے اپنی علمی برتری، فکری بلندی اور روحانی سرفرازی سے خلقِ کثیر کو مستفید و مستفیض فرمایا ہے۔ آپ کی ولادت رنگون کے ایک شہر "اکیاب" سے کچھ دور "پیتے" نامی گاؤں میں ۶/جون ۱۹۳۳ء کو بوقت صبح صادق ہوئی۔ آپ کے والدگرامی حضرت مولانا حفیظ الرحمان صاحب قبلہ چونکہ خود عالم دین تھے اور آپ کی مالدہ ماجدہ محترمہ کمل النساء دینی ماحول کی پروردہ تھیں تو ظاہر ہے ان کے صفحۂ ذہن پر دین کی گہری چھاپ پڑنا ہی تھی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی اور چار سال کی عمر میں مدرسہ زینت الاسلام میں داخل کرائے گئے یہاں چوتھی جماعت تک پڑھتے رہے اور تمام طلبہ میں ہمیشہ فائق رہے۔ دورانِ تعلیم دوسری جنگ عظیم کا آغاز ہونے لگا حالات خراب ہونے لگے اس لیے کچھ عرصے کے لیے مدرسی تعلیم منقطع کرنی پڑی لیکن گھر پر والد ماجد کی زیرنگرانی ان کا تعلیمی سفر جاری رہا۔ جنگ کے بعد جب امن وامان بحال ہوا تو درس نظامی کے لیے مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لے لیا۔ اس زمانے میں اس مدرسے میں بڑے بڑے علما و فضلا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت خیری صاحب علیہ الرحمہ نے ان حضرات سے خوب خوب کسبِ فیض کیا۔ ان حضرات اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں۔

حضرت مولانا اسماعیل مہاجر مدنی، حضرت مولانا لقمان حکیم، حضرت مولانا جلال الدین، حضرت مفتی محمد حسین اور حضرت مولانا کمال احمد وغیرہ۔ چند سال یہاں تحصیلِ علم کے بعد بھی جب آتشِ شوق نہ بجھی تو مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے رنگون سے بنگلہ دیش کے شہر ڈھاکہ کے لیے رختِ سفر باندھا۔ ڈھاکہ کے جامعہ عالیہ میں حضرت خیری صاحب نے اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کی اور یہاں انہیں فاضل وکامل کی ڈگریاں ایوارڈ کی گئیں۔ حضرت خیری صاحب دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم سے بھی ہم رشتہ رہے اور یہ دنیوی تعلیم برما، بنگلہ دیش اور پاکستان میں ہوئی۔ انہوں نے ۱۹۶۰ء میں رنگون یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور انگلش لٹریچر سے بی اے اور ایم اے کیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب مذہبی حلقوں میں دنیوی تعلیم کا رواج تک نہ تھا۔ ایسے ماحول میں حضرت خیری صاحب علیہ الرحمہ نے اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم بھی حاصل کی اس سے آپ کی فکری بلند پروازی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت علامہ حبیب البشر خیری علیہ الرحمہ علمی وعملی دونوں میدانوں کے شہ سوار تھے خصوصاً علم تصوف میں ان کی نگاہ بہت دور تک تھی۔ وہ صرف نظریاتی تصوف کے قائل نہ تھے بلکہ عملی تصوف پر اعتماد وایقان رکھتے تھے۔ جو کام کرتے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لیے کرتے دنیوی مال ومتاع کی طرف ذرہ برابر بھی رجحان نہیں تھا۔ انہیں اوصافِ جمیلہ نے آپ کو عظیم المرتبت بزرگوں کے زمرے میں شامل کردیا۔ آپ کی روحانیت کے برما میں بڑے چرچے تھے آپ کی روحانی عظمتوں کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ برما میں اس عہد میں جتنے بھی بزرگانِ دین تھے چاہے وہ عوام الناس کی نظروں سے اوجھل ہوں یا ان کی نظروں کے سامنے ہوں سبھی حضرت خیری صاحب علیہ الرحمہ سے بے حد محبت فرماتے اور سبھوں کی خواہش تھی کہ ہماری نمازِ جنازہ حضرت خیری صاحب ہی پڑھائیں چنانچہ ان بزرگوں نے اپنے عقیدت مندوں سے یہ وصیت کررکھی تھی کہ ہمارے انتقال کے بعد حضرت خیری صاحب ہی ہماری نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خیری صاحب کا روحانی مقام کس درجہ بلند تھا اور بزرگانِ دین کی نگاہ میں ان کی ذاتِ گرامی

کتنی معتمد و مستند تھی۔

برما ہی میں سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک جلیل القدر بزرگ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز کھلنوی علیہ الرحمہ کے نام سے تھے۔ حضرت خیری صاحب نے انہیں کے دستِ حق پر سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ میں بیعت لی۔ ان کی پیشانی کو پڑھ کر ان کے مرشدِ گرامی نے انہیں اپنا معتمد خاص بنالیا تھا۔ حضرت کھلنوی علیہ الرحمہ جن کے مریدین کی ایک کثیر تعداد تھی اور ان میں ایک سے ایک نادرِ روزگار بھی تھے لیکن وہ اپنے مریدوں میں خیری صاحب علیہ الرحمہ کو سب سے زیادہ چاہتے اور پیار سے آپ کو ''میرا حبیب'' کہہ کر پکارتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت خیری صاحب علیہ الرحمہ کی بلند و بالا شخصیت کو ناپنے کا یہ دوسرا پیمانہ ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ مریدین کی اتنی لمبی فہرست میں صرف خیری صاحب ہی اپنے مرشدِ گرامی کے مرکزِ نگاہ ہیں، وہی انہیں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور ان کے مصاحبِ خاص میں سے ہیں۔ خیری صاحب کا بچپن چونکہ بزرگوں کے سائے میں گزرا بزرگوں کا ابرِ کرم ان پر ہمیشہ برستا رہا اور ان کی دعائیں آپ کی شخصیت کے چاند کو مزید نکھارتی رہیں اس لیے اخیر تک ان فیوضات، برکتوں اور دعاؤں کے اثرات ان کے طرزِ زندگی سے مترشح ہوتے رہے۔ علومِ اسلامی کے تمام گوشوں پر ان کی بڑی اچھی نگاہ تھی علمی گتھیاں چٹکیوں میں سلجھا دیا کرتے تھے لیکن علمِ تفسیر میں آپ کو خاص درک حاصل تھا۔ ایسے ایسے علمی نکات بیان کرتے کہ لوگ حیرت میں پڑ جاتے اور جب قلم اٹھاتے تو بلا توقف و تکان صفحات کے صفحات لکھتے چلے جاتے ایسا لگتا تھا کہ علومِ اسلامیہ کا سمندر پی کے بیٹھے ہوں دماغ میں سمندر کی موجیں لہریں لے رہی ہوں اور قلم کے راستے کاغذ کے ساحل سے ٹکرا رہی ہوں۔ آپ کی کتابوں میں جگہ جگہ مولانا روم، حافظ شیرازی، شیخ سعدی، امیر خسرو اور عبدالرحمٰن جامی کے اشعار نظر آئیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ان فارسی شعرا کے دواوین از بر ہیں کہ موقع کی مناسبت سے اپنی بات کو مزید پختہ بنانے کے لیے شعر پہ شعر لکھے جا رہے ہیں۔ بلاشبہہ آپ مینارۂ فکر و نظر تھے انہیں دیکھ کر نہ جانے کتنے لوگوں نے اپنی زندگی کی سمت کا تعین کیا اور حیاتِ جاودانی پا گئے۔ اردو، فارسی، عربی اور انگلش ان چاروں زبانوں میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ حافظہ اتنا مضبوط تھا کہ آپ کو علومِ اسلامیہ کی ایک شاندار لائبریری کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

برما میں آپ نے دینی خدمت اور مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج اشاعت کے لیے ایک مدرسہ بنام ''مدرسہ عالیہ اہل سنت و جماعت'' قائم کیا جہاں بہت سارے طلبہ تعلیم و تربیت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہو رہے تھے۔ آپ کی دلی تمنا تھی کہ یہ طلبہ علمِ دین سے مزین ہو کر پورے برما میں پھیل جائیں اور مذہبِ اسلام کی ترویج و اشاعت کا فریضہ انجام دیں حالاں کہ برما کی حکومت بد مذہب تھی حالات ساز گار نہیں تھے لیکن اس کے باوجود آپ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں لگے رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ حالات اس قدر خراب ہو گئے کہ حکومت برما نے وہاں سے مسلمانوں اور ہندوؤں کو بھگانا شروع کر دیا اور مدارس و مساجد پر پابندی عائد کی جانے لگی۔ دراصل حکومت کے اہل کار (انگریز) اپنے مذہب کے سوا کسی بھی مذہب کی برما میں تشہیر و تبلیغ کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایسے مخدوش حالات میں بھی حکومت کی ناک کے نیچے آپ تبلیغ و اشاعت کے محاذ پر ڈٹے رہے اور حکومت ان کا کچھ نہ کر سکی اور اس تبلیغ و اشاعت کی مہم میں کامیابیوں نے آپ کے قدم کے بوسے لیے۔ اور یہ سب کیوں نہ ہوتا کہ بزرگوں کا فیضان آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا اور آپ کی شخصیت کی جو سحر انگیزی تھی وہ بزرگان دین سے روحانی روابط کی بنا پر تھی۔ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ عوام الناس کو آسان اسلوب میں دین اسلام سے قریب کیا جائے اور اسلامی تعلیمات وارشادات ایسے دل نشیں اور سادہ پیرائے میں بیان کیے جائیں جو لوگوں کے دلوں میں اتر جائیں تاکہ اس کے ذریعے لوگ اسلام و قرآن کے قریب ہوں۔ آپ تمام بزرگانِ دین خصوصاً سلسلۂ چشت کے بزرگان سے زیادہ لگاؤ رکھتے تھے اسی لیے عوام کو زیادہ سے زیادہ سلسلۂ چشتیہ کے ہی بزرگوں کی تعلیمات وارشادات سے فیضیاب کرتے تھے۔

حضرت خیری صاحب علیہ الرحمہ مطالعے کے بے حد شوقین تھے، ماخذ و مراجع کی حیثیت والی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور اپنے معتقدین سے کتابیں فراہم کرنے کی گزارش کرتے تھے چنانچہ ممبئی کے عالی جناب کپتان عبدالستار پاگر کر جو ان کے چہیتے مرید بھی ہیں اور ان کے نزدیک بڑے معتمد و مستند بھی۔ خیری صاحب اکثر ان سے نادر و نایاب کتابوں کی فرمائش کرتے کپتان صاحب چوں کہ بحری جہاز کے کیپٹن تھے اور جہاز کے ذریعے دنیا بھر کا سفر کرتے رہتے تھے وہ اپنے مرشدِ گرامی کی اس خواہش کی تکمیل ضرور کرتے۔ کئی مرتبہ انہوں نے مصر سے اپنے پیر و مرشد حضرت علامہ حبیب البشر خیری علیہ الرحمہ

کی مطلوبہ کتابیں خرید کران کے حضور نذر کیں۔حضرت خیری صاحب ان کے مطالعے سے بہت خوش ہوتے اور کیپٹن صاحب کو ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے۔

کیپٹن عبدالستار پاگرکر بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارہا دیکھا کہ میں نے کسی آیتِ کریمہ، حدیثِ نبوی یا دعائیں وغیرہ حضرت خیری صاحب کی بارگاہ میں پیش کیں اوران کے ترجمے وتشریح کی گزارش کی تو وہ فوراً قلم برداشتہ نہایت عمدہ اور جامع تشریح فرمادیتے۔ کپتان صاحب چوں کہ ان کے مرید خاص تھے ان کا برما میں برابر آجانا لگا رہتا تھا اس لیے خیری صاحب کی شخصیت کے جملہ پہلوان کے سامنے بالکل آئینہ رہتے۔حضرت خیری صاحب نے جو کچھ تحریری سرمایہ چھوڑا ہے وہ انہوں نے کپتان صاحب کی فرمائش پر ہی تحریر کیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمائش کی کہ حضور! درود شریف پر ایک کتاب لکھ دیں۔ خیری صاحب نے اس خواہش کو قبول فرمایا اور کتاب مرتب فرمادی اور اس کا نام **صلّ علیٰ محمد** تجویز کیا۔**صلّ علی محمد** نام رکھنے میں حضرت خیری صاحب کی حکمت یہ تھی کہ جب یہ کتاب چھپے گی اور دوکان دار اس کو ڈسپلے میں رکھے گا تو جو کتاب خرید کر پڑھنے والا ہے وہ تو اس کا نام پڑھے گا ہی لیکن جو کتاب نہیں خریدے گا اور نہ پڑھنے کا خواہش مند ہوگا وہ کتاب کا نام ضرور پڑھ لے گا اور اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے گا۔

یہ درود شریف کے موضوع پر بہت عمدہ اور جامع کتاب ہے اس کتاب میں آپ نے لفظ الامی کی جو تشریح کی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ کتاب عوام وخاص دونوں حلقوں میں پسند کی گئی اس کی پسند کا یہ عالم ہے کہ صرف پاکستان میں دو لاکھ سے زیادہ شائع ہوکر مفت تقسیم ہوچکی ہے۔ ہندستان اور پاکستان میں تقریباً اکثر جگہوں پر دستیاب ہے۔خصوصاً پاکستان میں یہ کتاب بہت پسند کی گئی اور بعض اہل نظر علمائے پاکستان کی کوششوں سے خصوصاً پیرزادہ حضرت مولانا اقبال احمد فاروقی مدیر اعلیٰ جہان رضا لاہور کے زیر اہتمام نہایت اعلیٰ پیمانے پر شائع ہوکر مفت تقسیم ہوچکی ہے۔

حضرت خیری صاحب کی دوسری کتاب حضور سرکار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ہے۔ یہ کتاب بھی حضرت موصوف نے کپتان صاحب کی فرمائش پر ہی تحریر فرمائی تھی۔اس کتاب کی قبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب اس کی تصنیف شروع ہوئی تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے خواب میں تشریف لائے اوران کی جانب سے انہیں کچھ غیبی مدد بھی حاصل ہوئی۔ یہ کتاب بھی بہت لاجواب ہے پوری کتاب پر تصوف کا رنگ چھایا ہے اور جگہ جگہ ممتاز عربی وفارسی شعرا جن کا تذکرہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے، کے متصوفانہ اشعار چمکتے نظر آتے ہیں ۔حضرت غوث الاعظم کی عظمت وعبقریت کو ثابت کرنے کے لیے اسلاف کی کتابوں سے بہت سارے حوالے دیے گئے ہیں۔ یہ کتاب تیار ہے اور جلد ہی منظر عام پر آئے گی۔ان شاءاللہ تعالیٰ

کپتان صاحب کی خواہش پر حضرت خیری صاحب نے ممبئی کے جلیل القدر بزرگ قطبِ کوکن حضرت مخدوم علی مہائمی رضی اللہ عنہ کی تفسیر قرآن پر کام شروع کیا۔ یہ تفسیر قرآن کپتان صاحب نے جامعہ ازہر مصر سے لاکران کی خدمت میں پیش کی تھی۔تفسیر مہائمی کی خیری صاحب نے اتنی اور لاجواب تشریح وتوضیح فرمائی ہے کہ باذوق قاری اس کے مطالعے کے بعد عش عش کرا اٹھے گا۔ یہ کام سورۂ مریم تک ہی پہنچا تھا کہ حکمِ اجل آپہنچا۔ خیری صاحب نے اس میں جو اسلوب اختیار فرمایا ہے وہ آج کی اردو سے لگا نہیں کھاتا۔جگہ جگہ فارسی آمیز تراکیب،ادق الفاظ اوراور مشکل اصطلاحات موجود ہیں جو ظاہر ہے عام بلکہ کم پڑھے لکھے لوگوں کے بس کی چیز نہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پورے اسلوب میں تصوف کا گہرا رنگ چھایا ہوا ہے۔اس کا اسلوب دیکھ کر کپتان صاحب نے خیری صاحب سے اس میں تسہیل کی گزارش کی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ میرا کام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ہے عام لوگوں کے لیے نہیں۔ بہر حال انہوں نے تسہیل کی اجازت دے دی تھی اس لیے کپتان صاحب نے اپنے شیخ طریقت کے اس اہم تصنیفی کارنامے کو باذوق قارئین کے حلقے تک پہنچانا اپنا دینی واخلاقی فریضہ سمجھا چنانچہ ان کے ایما پر دوسال قبل ان سطور کے راقم نے حضرت خیری صاب کے مسودے کی تسہیل وتذہیب کا کام شروع کردیا۔تسہیل وتذہیب کے ساتھ کتاب بالکل تیار ہے اور عن قریب قارئین اہلِ علم کی آنکھوں کا سرمہ بنے گی۔صد افسوس کہ ایسا اہلِ علم صوفی صرف سورۂ مریم تک ہی اپنے علم کے جوہر بکھیر کر خدا کے حضور پہنچ گیا۔اگر پورے قرآن پر کام ہوجاتا تو ایک بڑا وقیع اور علمی کارنامہ ہوتا۔جب تک ان کا شعلۂ زیست نہ بجھا وہ ہر گام جماعت اہلِ سنت کی ترویج واشاعت کے لیے کوشاں رہے اور گھر گھر عشقِ نبی کی دولت تقسیم کرتے رہے۔تصنیف وتالیف ،وعظ وخطابت، درس وتدریس اور ارشاد وہدایت ہر طریقے سے انہوں نے جماعتی

(بقیہ ص:۳۱ پر)

پہلی قسط

کنزالایمان اورامام احمدرضا

از:مولانامحمدادریس رضوی

مولانامحمدادریس رضوی ایم اے (پیدائش:۲۰/جولائی ۱۹۵۸ء) جماعتِ اہلِ سنت کے ایک ذمے دار عالم محتاط قلم کار، قادرالکلام شاعرو ادیب اورنقاد ہیں۔شعروسخن،نقدونظر،تحقیق وتصنیف ان کے قلم رومیں شامل ہے۔وہ نثرونظم ہردومیدانوں میں اپنی کامیابی کا جھنڈانصب کرچکے ہیں۔آپ نے دارالعلوم حیدریہ معینیہ سیوان بہار سے حفظ کی سند حاصل کی،جامعہ غازیہ سیدالعلوم بہرائچ شریف سے قرأت وتجوید کی تکمیل کی،بہارعربی فارسی بورڈ سے استانیہ،فوقانیہ،مولوی کاامتحان پاس کیااورمیسور یونیورسٹی کرناٹک سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔فی الحال ایک طویل زمانے سے پتری پل کلیان کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کا منصب سنبھالے ہوئے ہیں اورساتھ ہی تحریروقلم کا جادو جگارہے ہیں۔ان کی متعددشعری ونثر تصانیف طبع ہوکرمنصۂ شہود پرآچکی ہیں۔آپ سہ ماہی جریدہ''المختار''(کلیان)کے ایڈیٹربھی ہیں۔آپ نے اب تک مختلف موضوعات پر پچاس سے زائد تحقیقی وتنقیدی مقالات تحریر کیے ہیں،درجن سے زائدکتابوں پرتبصرے لکھے ہیں اور چندکتابوں کواپنی گراں قدر تقاریظ سے اعتبار بخشا ہے۔آپ کی مطبوعہ تصانیف میں (۱) مہتاب رسالت کی جلوہ ریزیاں (۱۹۹۰ء) (۲)نغمات بخشش (تضامین کا مجموعہ) (۳) وسیلۂ بخشش (حمدومناجات کا مجموعہ) (۴)سبیلِ بخشش (تضامین کا مجموعہ) (۵) کنزالایمان اپنے مفسرین کی نظرمیں (۶) کنزالایمان اورامام احمدرضا (۷) کلام راہی اورصنائع وبدائع'' کا نام پیش کیا جاسکتا ہے جن میں پہلی اور پانچویں کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوچکا ہے۔غیرمطبوعہ کتابوں میں (۱) گلبرگہ سے حیدرآبادتک (۲) دیوانِ رضوی (۳) گلستان رضا (۴) تجلیات قلم (۵) کتابوں کےصوری ومعنوی اثرات، ہیں۔دوکتابیں (۱)امام احمدرضا کے مبلغین (۲) کربلا کوئز زیرترتیب ہیں۔ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی کے قارئین کی معلومات کے لیےمخصوص کالم''رضویات''میں مولانامحمدادریس رضوی کی کتاب''کنزالایمان اورامام احمد رضا'' کے مشمولات کوقسط وار پیش کیا جارہا ہے۔موصوف کا پتہ ہے: مولانا محمد ادریس رضوی، سنی جامع مسجد، پتری پل، کلیان (ایسٹ) پن کوڈ421306فون نمبر09869781566 (توفیق احسن برکاتی)

کنزالایمان کے مُترجم امام احمدرضاقدس سرہ کاخاندانی پس منظر

سوال(۱) کنزالایمان کے مُترجم امام احمدرضا کا خاندان قندھار سے ہجرت کرکے ہندوستان کے کس شہرمیں قیام پذیرہوا؟

جواب۔لاہور میں۔

سوال(۲) کنزالایمان کے مُترجم امام احمدرضاکے خاندان نے لاہور کے بعد ہندوستان کے کس شہرمیں سکونت اختیارکی؟

جواب۔دہلی میں۔

سوال(۳) کنزالایمان کے مُترجم امام احمدرضاکے خاندان کے اس فردکانام بتائیے جوہندوستان میں شش ہزاری عہدے پرفائز تھے؟

جواب۔حضرت سعیداللہ خاں۔

سوال(۴) حضرت سعیداللہ خاں کس خطاب سے پکارے جاتے تھے؟

جواب۔''شجاعت جنگ'' کے خطاب سے۔

سوال(۵) حضرت سعیداللہ خاں کے صاحبزادے کانام بتائیے؟

جواب۔سعادت یارخاں

سوال(۶)سعادت یارخاں کے کتنےلڑکے تھے؟جواب:تین لڑکے تھے

سوال(۷) تینوں لڑکوں کے نام بتائیے؟

جواب۔(۱)اعظم خاں(۲)معظم خاں(۳)مکرم خاں

سوال(۸) کنزالایمان کے مُترجم امام احمدرضاکے خاندان کے کس بزرگ نے سب سے پہلے بریلی شریف میں سکونت اختیارکی؟

جواب۔حضرت اعظم خاں نے۔

سوال(۹) حضرت اعظم خاں علیہ الرّحمہ نے کیادنیاترک کردی تھی؟

جواب۔جی ہاں! آپ نے دنیاترک کرکے خالص زہد کاراستہ اختیار فرمایا تھا۔

سوال(۱۰) حضرت اعظم خاں کے صاحبزادے کانام بتائیے؟

جواب۔ جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب۔
سوال(۱۱) جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب کس عہدے پر کہاں فائز تھے؟
جواب۔ جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب تحصیلدار کے عہدے پر بدایوں میں فائز تھے۔
سوال (۱۲) تحصیلدار کا عہدہ آج کل کے کس عہدے کے قائم مقام تھا؟
جواب۔تحصیلدار کا عہدہ آج کل کے کلکٹر کے عہدے کے قائم مقام تھا۔
سوال (۱۳) جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب کے پاس کتنے گاؤں جاگیر میں تھے؟
جواب۔ جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب کے پاس آٹھ (۸) گاؤں جاگیر میں تھے۔
سوال (۱۴) جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب کے صاحبزادے کا نام بتایئے؟
جواب۔حضرت مولانا مفتی رضا علی خاں۔
سوال (۱۵) حضرت مولانا مفتی رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کا سال ولادت بتایئے؟
جواب۔۱۲۲۴ھ
سوال (۱۶) حضرت مولانا مفتی رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کے القابات بتایئے؟
جواب۔قدوۃ الواصلین، زبدۃ الکاملین، قطب الوقت، عالمِ علم ربانی، مطلع العلوم، مجمع الفہوم۔
سوال (۱۷) حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ نے کس شہر میں دینی تعلیم حاصل کی؟
جواب۔شہر ''ٹونک'' میں
سوال (۱۸) کتنے سال کی عمر میں آپ نے سند فراغت حاصل کی تھی؟
جواب۔ بائیس (۲۲) کی عمر میں۔
سوال (۱۹) حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کو کن علوم میں مہارتِ تامہ حاصل تھی؟
جواب۔فقہ وتصوّف میں۔
سوال (۲۰) حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کی تاریخ رحلت بتایئے؟
جواب۔۲/ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ۔
سوال (۲۱) حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کی پہلی زوجہ سے تولد ہونے والے صاحبزادے کا نام بتایئے؟
جواب۔رئیس الاتقیاء مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب
سوال (۲۲) رئیس الاتقیاء مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب کا سالِ ولادت بتائے؟
جواب۔رجب ۱۲۴۶ھ
سوال (۲۳) رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں صاحب نے تعلیم کس سے حاصل کی؟
جواب۔اپنے والد ماجد مولانا رضا علی خاں صاحب سے۔
سوال (۲۴) رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں صاحب کی کتاب ''اصلاح ذات البین'' کس سن ہجری میں شائع ہوئی؟
جواب۔۲۶/ شعبان ۱۲۹۳ھ میں۔
سوال (۲۵) رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں صاحب کی کتنی تصانیف ہیں؟
جواب۔ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری نے ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں آپ کی پندرہ کتابوں کے نام لکھنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ آپ کی اور بھی تصانیف ہیں جو بستوں میں ملتی ہیں مگر منتشر (۱)

کنزالایمان کے مُترجم امام احمد رضا قدس سرہ کا سوانحی خاکہ

سوال (۲۶) کنزالایمان کے مُترجم کا نام بتایئے؟
جواب۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (رحمۃ اللہ علیہ)
سوال (۲۷) کنزالایمان کے مُترجم کی پیدائش ۱۰/ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔عیسوی تاریخ اور ماہ وسن ودن ووقت اور ہندی سن بھی بتایئے؟
جواب۔۱۴/ جون ۱۸۵۶ء شنبہ (سنیچر) بوقتِ ظہر، جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت
سوال (۲۸) کنزالایمان کے مترجم کا نام ''احمد رضا'' کس نے رکھا؟
جواب۔آپ کے دادا مولانا رضا علی خاں نے (متوفی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء)
سوال (۲۹) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا (رحمۃ اللہ علیہ) کا تاریخی نام بتایئے؟
جواب۔المختار (۱۲۷۲ھ)
سوال (۳۰) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا کی ولادت کے وقت آفتاب کس منزل میں تھا؟
جواب۔منزل ''غفر'' میں
سوال (۳۱) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا نے اپنا سنِ ولادت قرآنِ پاک کی کس آیۃ سے استخراج فرمایا؟

جواب۔أُولٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ“ سے۔
سوال(۳۲)مذکورہ آیت کا ترجمہ بتائیے؟
جواب۔یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی (۲)
سوال(۳۳)مذکورہ آیۃ کے اعداد کتنے ہوتے ہیں؟
جواب۔۱۲۷۲
سوال(۳۴) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا اپنے گھر میں کس نام سے پکارے جاتے تھے؟
جواب۔”امن میاں“ کے نام سے (۳)
سوال(۳۵) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا کے والد رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں کتنے گاؤں کے زمیندار تھے؟
جواب۔سات(۷) گاؤں کے (۴)
سوال(۳۶) کنزالایمان کے مترجم کی ماں کا نام بتائیے؟
جواب۔حُسینی خانم
سوال(۳۷) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا کے نانا کا نام بتائیے؟
جواب۔اسفندیار بیگ(۵)
سوال(۳۸) کنزالایمان کے مترجم کتنے بھائی بہن تھے؟
جواب۔تین بھائی اور تین بہن۔
سوال(۳۹) تینوں بھائی کے نام بتائیے؟
جواب۔(۱)احمد رضا(۲)حسن رضا(۳)محمد رضا
سوال(۴۰) تینوں بہنوں کے نام بتائیے؟
جواب۔(۱)حجاب بیگم(۲)احمدی بیگم(۳)محمدی بیگم(۶)
سوال(۴۱) کنزالایمان کے مترجم نے کتنے سال کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ ختم کیا؟
جواب۔چار سال کی عمر میں
سوال(۴۲) کنزالایمان کے مُتَرْجِم امام احمد رضا نے کتنے سال کی عمر میں ربیع الاوّل شریف کے موقع پر پونے دو گھنٹے تقریر فرمائی؟
جواب۔چھ سال کی عمر میں(۷)
سوال(۴۳) کنزالایمان کے مُتَرجِم امام احمد رضا نے کتنی عمر میں درسی کتاب ”ھدایۃ النحو“ کی شرح تصنیف فرمائی؟
جواب۔آٹھ سال کی عمر میں۔
سوال(۴۴)”ھدایۃ النحو“ کس فن میں ہے؟
جواب۔فن ”نحو“ میں۔
سوال(۴۵) کنزالایمان کے مُتَرجِم امام احمد رضا نے ”ھدایۃ النحو“ کی شرح کس زبان میں لکھی؟
جواب۔عربی زبان میں۔
سوال(۴۶) کنزالایمان کے مُتَرجِم کی سب سے پہلی تصنیف کا نام بتائیے؟
جواب۔شرح ھدایۃ النحو۔
سوال(۴۷) کنزالایمان کے مُتَرجِم امام احمد رضا نے کتنے سال کی عمر میں ”مسلم الثبوت“ پر حاشیہ لکھا؟
جواب۔دس سال کی عمر میں(۸)
سوال(۴۸)مسلم الثبوت کس فن میں ہے؟
جواب۔اصول فقہ میں۔
سوال(۴۹)مسلم الثبوت“ کے مصنف کا نام بتائیے؟
جواب۔حضرت مولانا محبّ اللہ بہاری۔
سوال(۵۰) کنزالایمان کے مُتَرجِم کی دستارِ فضیلت کی تاریخ وماہ و سال تحریر کیجئے؟
جواب۔۱۴/شعبان ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء یا ۱۸۷۰ء(۹)
سوال(۵۱) کنزالایمان کے مترجم کی جب فراغت ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر کتنے سال کی تھی؟
جواب۔۱۳/سال، ۱۰/ماہ، چار دن کی(۱۰)
سوال(۵۲) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا کی دستار فضیلت کے وقت آپ کے دادا مولانا رضا علی خاں حیات سے تھے یا نہیں؟
جواب۔نہیں
سوال(۵۳) کنزالایمان کے مترجم کے دادا کا انتقال کس سن میں ہوا؟
جواب۔۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء میں۔
سوال(۵۴) کنزالایمان کے مُتَرجِم کی شادی کس سن میں ہوئی؟
جواب۔۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں۔
سوال(۵۵) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا کی زوجۂ محترمہ کا نام بتائیے؟
جواب۔ارشاد بیگم(بنت جناب شیخ فضل حُسین رام پور)(۱۱)
سوال(۵۶) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا کی کتنی اولادیں تھیں؟
جواب۔سات(۷)
سوال(۵۷) پہلی اولاد کا نام بتائیے؟
جواب۔حامد رضا خاں(متولّد ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء)

سوال(۵۸)دوسری اولاد کا نام لکھئے؟
جواب۔مصطفائی بیگم
سوال(۵۹) تیسری اولاد کا نام تحریر کیجئے؟
جواب۔کنیز حسن (عرف منجھلی بیگم)
سوال(۶۰)چوتھی اولاد کا نام رقم کیجئے؟
جواب۔کنیز حُسین (عرف سنجھلی بیگم)
سوال(۶۱)پانچویں اولاد کا نام کیا تھا؟
جواب۔کنیز حَسنین (عرف چھوٹی بیگم)
سوال(۶۲)چھٹی اولاد کا نام نامی اسم گرامی بتائیے؟
جواب۔مصطفٰے رضا خاں (مفتی اعظم ہند،متولّد ۲۲ ذی الحجّہ ۱۳۱۰ھ، ۷ جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ،(۱۲)
سوال(۶۳)ساتویں اولاد کا نام بتائیے؟
جواب۔مرتضائی بیگم (چھوٹی بنّو)(۱۳)
سوال(۶۴) کنزالایمان کے مُتَرجم کس سن عیسوی میں بیعت ہوئے؟
جواب۔۵/جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ(۱۴)۱۸۷۷ء میں(۱۵)
سوال(۶۵)مذکورہ روایت میں اختلاف بھی ہے؟
جواب۔جی ہاں،انگریزی سن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔
سوال(۶۶)انگریزی سن میں کیا اختلاف ہے واضح کیجیے؟
جواب۔عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری نے ۱۸۷۸ء بتایا ہے(۱۶)
سوال(۶۷) کنزالایمان کے مُتَرجم امام احمد رضا کے پیرومرشد کا نام بتائیے؟
جواب۔سیّدنا شاہ آلِ رسول احمدی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
سوال(۶۸) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا کس عالم دین کے مشورے پر مارہرہ شریف بیعت ہونے گئے تھے؟
جواب۔تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی کے مشورے پر(۱۷)
سوال(۶۹) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا جب بیعت ہونے کے لیے مارہرہ تشریف لے گئے تو ان کے ہمراہ کتنے لوگ تھے؟
جواب۔دولوگ تھے۔
سوال(۷۰)وہ دو شخصیتیں کون کون تھیں؟
جواب۔(۱) مولانا عبدالقادر بدایونی (۲) مولانا نقی علی خاں(۱۸)
سوال(۷۱) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا جب بیعت ہونے کے لیے مارہرہ گئے تو اسٹیشن سے اتر کر یکّہ سے جاتے ہوئے راستے میں کیا حادثہ پیش آیا تھا؟

جواب۔یکّے کا ایک پہیہ نکل گیا اور یکّہ اُلٹ گیا جس میں آپ کے والد محترم حضرت مولانا نقی علی خاں کا کولہا اُتر گیا تھا۔
سوال(۷۲) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا کے اس سفر میں آپ کے والد ماجد بھی بیعت ہوئے تھے،بتائیے پیرومرشد نے پہلے آپ کو بیعت کیا یا آپ کے والد ماجد کو؟
جواب۔پیرومرشد نے پہلے آپ کو بیعت کیا۔
سوال(۷۳) کنزالایمان کے مترجم امام احمد رضا جب بیعت ہوئے تو اس وقت آپ کے پیرومرشد کی عمر کتنے سال کی تھی؟
جواب۔اسّی سال سے زیادہ تھی(۱۹)
سوال(۷۴) آپ کے پیرومرشد کا انتقال کس سن میں ہوا؟
جواب۔۱۸/ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ(۲۰)۱۸۸۰ء میں۔
سوال(۷۵) کنزالایمان کے مترجم کے والد محترم مولانا مفتی نقی علی خاں کا انتقال کس سن میں ہوا؟
جواب۔۳۰/ذیقعدہ،۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں۔

﴿........﴾

(صفحہ:۲۷ کا بقیہ)
محاذ کو مضبوط سے مضبوط بنانے کی کوشش کی اور اس میں بہت حد تک کامیابی ان کے گلے کا ہار بنتی رہی۔
حضرت خیری صاحب ایک عظیم المرتبت عالم دین، باکمالی صوفی، قادرالکلام شاعر،لائق افتخار عاشق رسول اور عظیم مصنف و مفسر قرآن تھے۔ان کی یہ علمی، تصنیفی، تبلیغی اور تعلیمی خدمات ایوانِ تاریخ میں ہمیشہ جگمگاتی رہیں گی اور حضرت خیری صاحب کی شخصیت ہمیشہ تابندہ رہے گی۔آسمانِ علم و فضل کا یہ درخشندہ ستارہ ۲۴/صفر المظفر ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۵/اپریل ۲۰۰۴ء کو جمعرات کے دن اکہتر سال کی عمر میں دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔رنگون کے ''ییسریم'' نامی مقام پر جہاں رنگون کی سب سے بڑی درگاہ ہے اور یہاں پانچ بزرگان دین کے مزارات بھی ہیں۔ان بزرگوں کے جلو میں حضرت خیری صاحب علیہ الرحمہ کو دوسرے دن بعد نماز جمعہ ٹھیک تین بجے پیوندِ خاک کر دیا گیا۔
اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر رحمت و نور کی بارش برسائے اور ہمیں ان کا صدقہ عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم۔

﴿.......﴾

دعوت وتبلیغ کے بغیر چارہ نہیں

فریضۂ دعوت وتبلیغ کی ادائیگی کے بغیر ہمیں اپنے دعوی مسلمانی پر نظر ثانی کرنا ہوگی

پیش کش: نجیب اللہ نوری

نگاہِ مسلم کی بے بصیرتی

اللہ تعالی کی ہدایت بخشی کا معاملہ بھی عجیب شان رکھتا ہے۔ایک ہی چیز ہوتی ہے جس سے کسی کے سامنے ہدایت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ حقیقت کو پالیتا ہے مگر وہی چیز دوسروں کے لیے ضلالت کا پیام بن جاتی ہے اور وہ اس کے باعث راہ راست سے اور دور ہو جاتے ہیں۔اس معاملے کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اس قانونِ عدل پر ہے کہ جو حق کی سچی طلب رکھتا ہے اس کے سامنے اس کی راہ کھولی جاتی ہے اور جو حق سے بے اعتنائی برتتا ہے اس کے سامنے اس کی تجلی کبھی نہیں چمکتی۔ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ سورج کی کرنیں بینائی والوں کے لیے پوری دنیا کو روشن کر دیتی ہیں مگر الوؤں اور چمگادڑوں کی نگاہیں اپنے جبلی نقص کی بنا پر ان کے فیضان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا پاتیں۔چنانچہ قرآن نے اپنی صفت جہاں یہ بتائی ہے کہ میں لوگوں کے لیے مشعلِ ہدایت ہوں وہیں یہ بھی کہا ہے کہ میں بہتوں کے لیے گمراہی کا ذریعہ بھی ہوں۔(یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا)۔اس کے اس قول میں اسی قانونِ ہدایت کی طرف اشارہ ہے۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ راہ راست اسی شخص کو دکھاتا ہے جو دیکھنا چاہے اور اسی وقت دکھاتا ہے جب دیکھنے کی اسے حقیقی آرزو ہو لیکن جو اپنی آنکھیں بند ہی رکھتا ہے تو اسے زبردستی دھکیل کر اس راہ پر ڈال نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے برعکس ہوتا یہ ہے کہ اس بے اعتنائی کے ردعمل میں وہ اس سے کچھ اور دور جا پڑتا ہے۔

صرف کلمہ پڑھ لینا ہی کافی نہیں

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ قانون صرف کفار ہی کے لیے ہے اور مومن چوں کہ اس پر ایمان لا چکے ہیں اس لیے اب وہ قانون کے دائرۂ نفاذ سے باہر ہیں،نہیں بلکہ یہ کافر اور مومن سب کے لیے عام ہے۔ایک مومن بھی قرآن پر ایمان رکھنے کے باوجود زندگی کے مختلف معاملات میں اس سے کسبِ ہدایت اسی وقت کر سکتا ہے جب وہ پورے اخلاص کے ساتھ اس کی خواہش اور کوشش بھی کرے ورنہ جس وقت بھی اور زندگی کے جن معاملات میں بھی اس نے اس سے رہنمائی کی خواہش نہ کی اور غیر مشروط طور پر اس کی پیروی کرنے کی اور اس غرض سے اس کا زاویۂ نگاہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی تو یقیناً وہ اس کو گمراہیوں کی تاریکیوں میں بھٹکتا چھوڑ دے گا اور اس بات کا لحاظ نہ کرے گا کہ وہ میرا منکر نہیں بلکہ میرا ماننے والا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مومن کو اس امر کی تلقین کی گئی ہے کہ ایمان لانے اور ہدایت پالینے کے بعد بھی اپنے قلب ونظر کو کج روی سے مامون نہ سمجھے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ خدایا! میرے سامنے سے ہدایت کی روشنی گل نہ ہونے پائے۔رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا (آل عمران۔۸)

دعوت وتبلیغ مشکلات ہی میں ہوتی ہے

حالات بہر حال اپنا ایک وزن رکھتے ہیں اور انسان کے فکر وعمل پر لازماً اثر انداز ہوتے ہیں اس لیے عقل یہ کس طرح تسلیم کر لے کہ دعوتِ حق کے سلسلے میں وہ کسی اعتنا کے قابل ہیں ہی نہیں؟ بلاشبہ یہ ایک صحیح اور معقول بات ہے اور اس کی صحت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ کون کہتا ہے کہ حالات کا دعوتِ حق کی جد وجہد پر اثر بالکل پڑتا ہی نہیں؟ بات دراصل یہ ہے کہ حالات کی ناسازگاریاں اس جد وجہد کو ملتوی یا منسوخ نہیں کرا سکتیں۔اب رہا یہ سوال کہ پھر وہ اس جد وجہد پر کس حیثیت سے اثر انداز ہوتی ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جتنی ہی زیادہ سخت وشدید ہوتی ہیں اس جد وجہد کو اتنا ہی زیادہ ضروری بنا دیتی ہیں۔یہ جواب نقل اور عقل دونوں ہی کا ہے۔

(۱) چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر نبی عموماً ایسے ہی وقت میں اس کام پر مامور کیا جاتا تھا جب کہ حق کی روشنی اس زمین سے بالکل ہی مفقود ہو چکی ہوتی تھی اور کفر ومادیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے اس کی دعوت کا امکان کامیابی دور دور تک بھی کہیں نظر نہ آتا تھا۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ جد وجہد ایسے ہی ماحول سے زیادہ مانوس ہے اور حق تعالیٰ کی مرضی اسی بات میں ہے کہ اس طرح کے تاریک حالات میں صداقت کا چراغ ضرور جلایا جائے اور اس کے بندے اس کے دین کے لیے جو کچھ کر سکتے ہوں اس سے دریغ نہ کریں اور یہ غالباً اس کے لیے اس کی رأفت ورحمت کو اس گہری تاریکی کا اور بڑھ جانا گوارا نہیں رہ جاتا۔

(۲) ٹھیک یہی بات عقل بھی کہتی ہے۔وہ کہتی ہے کہ جب اللہ کا

دین نوعِ انسانی کے لیے ہدایت اور روشنی ہے تو جس جگہ کا انسان جتنا زیادہ گمراہی اور تیرگی کا شکار ہوگا اس جگہ اس ہدایت اور روشنی کی ضرورت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ دعوتِ حق کے لیے سخت وشدید ناسازگاریوں کے معنی یہ ہیں کہ حق سے بے اعتنائی اور دوری حد سے آگے بڑھ چکی ہے اور لوگ اندھیارے سے محبت کرنے لگے ہیں اس لیے ان ناسازگاریوں کا واقعی تقاضا صرف یہی ہوگا کہ جو لوگ انسانیت کو نورِ حق دکھانے پر مامور ہیں وہ خاموشی کو اپنے اوپر حرام کرلیں اور اونچی سی آواز میں انہیں اپنا پیغام سنائیں جو ہلاکت کی راہ پر اندھادھند بھاگے چلے جارہے ہیں۔ اگر دوسری طرف کے حالات میں ان کے لیے کچھ سہل انگاری کی گنجائش مان بھی لی جائے تو کم از کم اس طرح کی غیر معمولی حق بیزاری کی حالت میں ایسی کوئی گنجائش قطعاً نہیں مانی جاسکتی۔ حفظانِ صحت کا کوئی محکمہ اگر وبا پھوٹ پڑنے پر بھی خوابِ خرگوش سے نہ جاگے تو اس کی فرض شناسی کی داد کون دے سکتا ہے؟

مسلمان ہونے کے معنیٰ کیا؟

عقل اور نقل دونوں کے اس متفقہ جواب کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس زمانے میں لوگ حق سے جتنا ہی زیادہ بے گانہ ہوں، دہریت اور مادیت کی جتنی ہی زیادہ گرم بازاری ہو، طاغوت کی حکمرانی جتنی ہی زیادہ وسیع، ہمہ گیر اور پائیدار ہو تو حق کے علم برداروں پر دین اللہ کی اقامت کا فریضہ اتنا ہی زیادہ اہم اور ضروری ہو جاتا ہے اس لیے اگر موجودہ حالات کے بارے میں یہ اندازہ صحیح ہے کہ اس وقت دنیا حق سے بری طرح متنفر اور برگشتہ ہو رہی ہے اور اسے اس کا نام سننا بھی گوارا نہیں تو یہ صورتِ حال اقامتِ دین کی جدوجہد میں کسی رعایت کی موجب بالکل نہیں ہوتی بلکہ یہ مطالبہ اس بات کا کرتی ہے کہ اس مہم کو معمولی سے زیادہ جوش، سرگرمی اور انہماک سے انجام دیا جائے۔

ایک اور پہلو سے دیکھیے تو معاملے کی اہمیت اور بھی آگے بڑھی ہوئی معلوم ہوگی یعنی بات صرف اتنی ہی رہ جائے گی کہ اقامتِ دین کی جدوجہد امکان وعدمِ امکان کی بحث سے بالاتر ہے اور اس کو ہر وقت، ہر ماحول اور ہر حالت میں جاری رکھنا چاہیے بلکہ اس حد کو پہنچ جائے گی کہ اگر حالات کے اندازے اس جدوجہد کی ناکامی کا یقین دلا رہے ہوں حتیٰ کہ بالفرض اگر کوئی اپنی آنکھوں سے نوشتۂ الٰہی میں اس ناکامی کو مقدور دیکھ لے تو بھی اس کے لیے اس میں لگے رہے بغیر چارہ نہیں کیوں کہ یہ دنیا کی عام تحریکوں اور اسکیموں جیسی کوئی تحریک اور اسکیم نہیں ہے کہ اگر اس کی کامیابی کے ذرائع مفقود اور امکانات ناپید نظر آئیں تو ان سے دست کش ہو جانے میں بھی کوئی حرج نہ ہو۔ نہ یہ مسلمانوں کے سر پر کوئی اوپر سے چپکی ہوئی ذمے داری ہے کہ چاہا تو قبول کرلیا ورنہ ٹھکرا دیا اور اگر قبول بھی کرلیا تو پھر جب چاہا اس کو اپنے پروگرام سے خارج کر دیا۔ اس کے برعکس ایک شخص کے مسلمان ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس نے اس دین کی اقامت کے لیے اپنے کو وقف کر دیا ہے۔

ایمان لانے کا فطری تقاضا

اللہ پر ایمان لانے اور حق سے محبت کرنے کا فطری مطالبہ ہی یہ ہے کہ جو چیزیں خدا کو محبوب ہوں اور جو باتیں حق ہوں انسان ان کو خود بھی اپنائے اور انہیں کو اپنے گردوپیش بھی زندہ اور کارفرما دیکھنے کا دل سے آرزو مند ہو اور انہیں کارفرما بنا دینے کے لیے ہمہ دم کوشاں رہے۔ اسی طرح ہر اس چیز کو مٹا دینے کے لیے بے قرار اور مصروفِ تگ وتاز نظر آئے جو خدا کو ناپسند اور خلافِ حق ہوں چنانچہ اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ حقیقت بالکل واضح کی جاچکی ہے کہ جس طرح آگ اور پانی کا اتحاد ممکن نہیں اسی طرح ایمان اور منکرات میں مصالحت ممکن نہیں۔ لہٰذا منکرات کو مٹانے اور ان کی جگہ معروفات کو قائم کرنے کی جدوجہد اقامتِ دین کی جدوجہد ہی کا دوسرا نام ہے، اسلام سے علاحدہ اور اس پر زائد کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کی اصل روح اور اس کی حرکتِ قلب ہے۔

کیا دعوت ترک کر دینے کا مقصد اسلام سے دست برداری ہے؟

اگر یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی جاندار زندہ تو ہو مگر اس کے قلب میں حرکت نہ ہو تو اسی طرح یہ بھی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ایک شخص ہو تو مومن مگر اقامتِ حق کی تڑپ سے اس کے دل ودماغ خالی ہوں اور عملی جدوجہد سے اس کے دست وبازو یکسر ناآشنا۔ اس تڑپ سے خالی اور اس جدوجہد سے ناآشنا ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب دراصل اپنے مقصدِ حیات ہی سے کنارہ کش ہو جانے کے ہیں جس کے بعد ظاہر ہے کہ مسلمان کا وجود ہی بے معنی ہو جاتا ہے چنانچہ اہلِ کتاب کے متعلق جنہوں نے کہ اپنے اس مقصد زندگی کو فراموش کر رکھا تھا، قرآن نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ جب تم توراۃ اور انجیل کو قائم نہ کرو تم کسی اصل پر نہیں ہو اور تمہارا اصلی وجود ایک وجود موہوم کے سوا کچھ نہیں۔ (لستم علیٰ شئی حتیٰ تقیموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیکم من ربکم) اس لیے یہ کہنا کہ اس زمانے میں اقامتِ دین ناممکن ہے گویا یہ کہنا کہ اس زمانے میں مسلمان ہونا ممکن نہیں ہے اور حالات اور زمانے کی ناسازگاری کے پیشِ نظر اقامتِ دین کی جدوجہد کو ترک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ خود اسلام ہی سے دست بردار ہو جانے کو بھی غلط نہ سمجھا جائے۔ (ماخوذ: فریضۂ اقامت دین، ص/۸۱،۸۳،۸۴)

﴿.........﴾

(قسطِ اوّل)
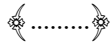
اَوقاف کی اَہمیت و ہمہ گیریت

(تاریخ کے جھرونکے سے)

از: مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی

’وقف‘ ایک متعدد الجہات (Multidimensional) عمل ہے جس کی برکتیں اِسلام کی ابتدائی صدیوں میں تو خوب خوب دیکھنے میں آئیں لیکن جس طرح آج اِسلام کے دیگر بہت سے شعبے کسمپرسی کے شکار ہیں اسی طرح نظامِ وقف کو بھی ہم نے بالکل معطل اور بے دست و پا کر کے اس سے اپنی آنکھیں موند لی ہیں۔ ہم تاریخِ عالم کا مطالعہ نہیں کرتے، نہ سہی لیکن کم از کم اپنے گھر کی خبر تو ہمیں ہونی ہی چاہیے۔ یہ سن کر آپ کی حیرتیں اِنتہا کو پہنچ جائیں گی کہ فرنگیوں نے جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے ہندوستان میں اپنا قدم جمانا چاہا تو اُن کے مقاصد کی بازیابی میں (دیگر اُمور کے ساتھ) جو چیز سب سے بڑی رکاوٹ بن رہی تھی وہ مسلمانوں کا ’نظامِ وقف‘ تھا کیوں کہ اُس وقت اہلِ اِسلام کا سارا دارو مدار وقف ہی کے اوپر تھا خصوصاً مدارسِ اِسلامیہ کے جملہ لوازمات واخراجات وقف ہی کے رہین منت تھے لہٰذا فرنگیوں نے پہلا اِقدام یہ کیا کہ اپنی شاطرانہ چال سے وقف کے نظام کو بالکل تربتر کر کے رکھ دیا اور ساری معافیات ضبط کر لیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدارس کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا، طلبہ نانِ شبینہ کو ترس گئے اور اَربابِ دانش وبینش کی جان کے لالے پڑ گئے۔

یقیناً یہ ایک افسوس کن خبر ہے لیکن اس خبر کا اس سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اُس وقت سے لے کر آج تک پھر ہم نے کبھی وقف کی دوبارہ بحالی (Re-establishment) کی کوئی جدوجہد نہیں کی اور نہ کبھی اس تعلق سے سنجیدہ ہو کر سوچا کہ ہمارا نظامِ وقف فرنگیوں کی آنکھ کا کانٹا کیوں ثابت ہوا تھا!۔ (گو آج بھی ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ہزار ہا ہزار کی تعداد میں اَوقاف ’لاوارث‘ پڑے ہوئے ہیں اور حالات کی ستم ظریفی پر ماتم کناں ہیں کیوں کہ نہ تو کوئی ان کی فریاد پر کان دھرنے کے لیے تیار ہے اور نہ ہی ان کا حق دلانے کے لیے۔ الامان والحفیظ۔ حقائق آگے آئیں گے ان شاء اللہ)

اِسلام کے نظامِ وقف کی اہمیت اور ہمہ گیریت کو اُجاگر کرنے اور مسلمانوں کو اپنے درخشندہ ماضی سے مربوط کرنے کے حوالے سے ذیل کی چند سطریں آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوں۔

اِسلام نے مسلمانوں کو معاشی ومعاشرتی ترقی واُٹھان کے لیے جہاں بہت سے طریقوں سے آشنا کیا اُن میں ایک وقف بھی ہے۔ وقف کو اِسلام کے اِمتیازات وخصائص میں شمار کیا گیا ہے اور پھر وقف کی اہمیت و ہمہ گیریت اور اس کی ناگزیر ضرورت سے کوئی دور اندیش اور عاقبت شناس اِنکار بھی نہیں کر سکتا کیوں کہ اس کی پشت پر صدیوں کی بوجھل شہادتیں موجود ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران: ۹۲/۳)

تم اس وقت تک نیکی نہیں پا سکتے جب تک اپنی محبوب اور پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں نہ دے دو۔

یہی آیتِ کریمہ دراصل وقف کی بنیاد (Base) بنی ہے جس پر عمل اور اس کا لحاظ ایمانی تقاضہ ہے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ موت کے ساتھ ہی تمام اَعمال منقطع ہو جاتے ہیں صرف تین عمل ایسے ہیں جن کا ثواب پس مرگ بھی برابر ملتا رہتا ہے جن میں ایک صدقۂ جاریہ بھی ہے۔ اور یہ ’وقف‘ صدقۂ جاریہ کی بہترین اور اعلیٰ قسم ہے۔ ہم نے اس فرمانِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندگی میں نہ معلوم کتنی بار سنا اور پڑھا ہوگا لیکن شاید کبھی اس کی گہرائی میں اُتر کر ہم نے اس پر غور وفکر کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

وقف کی تعریف اور اس کی اہمیت: شریعتِ مطہرہ کی اِصطلاح میں اپنی کوئی چیز یا اُس کا فائدہ کسی خاص مقصدِ خیر کے لیے مخصوص کر دینے کو وقف کہا جاتا ہے۔ جس طرح صدقہ کر دینے سے وہ شے آپ کی نہیں رہتی تاہم نیت پر اُس کا ثواب نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح وقف کی گئی ملکیت کا ثواب بھی باعتبارِ نیت و اِخلاص اِنسان کے نامۂ اعمال میں ہمیشہ کے

لیے منتقل ہوتا رہتا ہے اور آپ کو پتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ وہ عمل محبوب ہے جو تسلسل کے ساتھ کیا جائے خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ حدیث پاک کی شہادت دیکھیں :

إن أحب الأعمال إلى الله ما دام وإن قل . (متفق علیہ)

وقف ایک ایسی عبادت ہے جو مسلمانوں کی معاشی ومعاشرتی زندگی کو قوت وتوانائی عطا کرتی ہے۔ اگر مسلمان اس کو اس کی صحیح روح کے ساتھ جاری وساری کرلیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کے معاشی ومعاشرتی مسائل حل نہ ہو جائیں۔

وقف کی اسی اہمیت وضرورت اور اس کے ہمہ جہت فوائد کے پیش نظر مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں شہروں اور قصبوں میں سرا ئے، مدرسے اور شفاخانے قائم کیے۔ جذامیوں، مجنونوں اور معذوروں کے لیے پناہ گاہیں تعمیر کرائیں علاوہ بریں کھربوں مالیت پر مبنی وہ املاک وقف کیں جو آج بھی ملت کا ایک بڑا اثاثہ ہیں۔

قانون اسلام کی ہمہ گیریت : اسلام اجتماعیت کا دین ہے یہ جہاں فرد کے مطالبات پورے کرتا ہے وہیں کل اُمتِ مسلمہ کے مسائل کا جامع حل بھی پیش کرتا ہے۔ اس پر پورے طور پر عمل پیرا ہوکر اہلِ اسلام دنیا وآخرت میں عزت وسرخروئی حاصل کرسکتے ہیں۔ اسلام ایک ایسا نظام ہے جو اہلِ ایمان واسلام کے درمیان تعاون وتکافل کی ہر اُس راہ کو ہموار کرتا ہے جو ساری بھلائیوں کی جامع اور جملہ اچھائیوں سے مالا مال ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ تَعَاوَنُوا عَلَى البِرِّ وَ التَّقْوىٰ وَ لاَ تَعَاوَنُوا عَلَى الاِثْمِ وَ العُدْوَانِ o (سورۂ مائدہ:۲/۵)

اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

برادرانِ گرامی! انسانوں کے اندر مختلف قسم کی قوتیں اور صلاحیتیں موجود ہیں ہر کسی کے اندر ایک طرح کا حوصلہ وخروش نہیں ہوتا۔ اعمال جدا ہوتے ہیں، عقلوں میں تفاوت ہوتا ہے اور جدو جہد کے پیمانے مختلف ہوتے ہیں۔ کسی پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت وفضل کے دروازے وا کردیتا ہے تو وہ بے حساب پالیتا ہے پھر اس کے یہاں رزق کی فراوانی اور مال کی بہتات ہوتی ہے اور کچھ لوگوں پر (آزمائش وابتلا اور کچھ خاص حکمت کے پیش نظر) درِ رزق تنگ فرما دیتا ہے اور آمدنی کے سارے ذرائع بند کردیتا ہے۔ خواہ یہ اس کے تنگ ودو نہ کرنے سے ہو خواہ عقل ودانش کی کمی کے باعث یا کسی جسمانی رکاوٹ کے سبب۔

آپ دیکھیں نا کہ اسی دنیا میں چھوٹے بچے بھی سانس لیتے ہیں اور اسی میں گونگے اور معذور بھی جنھیں براہِ راست ایک حرف اَدا کرنے کی بھی قدرت نہیں ہوتی اور وہ بظاہر قدرت کی بوقلمونیت کی تعریف کرنے سے قاصر ہوتے ہیں لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بلاشبہہ حکمت وقدرت پوشیدہ ہے۔ اللہ سے کون پوچھے گا مگر ہاں ان سے ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔

آپ کو پتا ہے کہ مال زندگی گزارنے کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اسی لیے پروردگارِ عالم نے ان مالوں کے کمانے اور خرچ کرنے کا ایک ضابطہ اور نظام دیا ہے کہ کس طرح انھیں حاصل کرنا ہے اور پھر کس طرح ان میں سے صرف کرنا ہے۔ یہ نظام الٰہی زندگی وموت ہر موقع پر رہبری کرتا ہے۔ زندگی میں ایک عقل مند آزاد مرد اپنے مال کو شریعت کی حدود میں رہ کر خرید وفروخت، رہن واجارہ، وصیت وہبہ اور وقف وغیرہ میں لگاتا ہے جب کہ پس مرگ اس کے بچے ہوئے مال کو اس کے اَقربا وورثا پر تقسیم کردیا جاتا ہے۔ اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ میراث کی تقسیم ہوتی ہے۔

اٰبَائُکُمْ وَاَبْنَائُکُمْ لاَ تَدْرُونَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَهُمْ نَفعاً فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حكِيمًا (سورۂ نسا:۴/۱۱) .

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ (یعنی مقرر) ہے بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا :

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِى مِنْ تَحْتِهَا الاَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَذٰلِكَ الفَوزُ العَظِيمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰه وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خٰلِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ (النسا:۴/۱۳،۱۴)

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرمانبرداری کرے اسے وہ بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور

جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اسے وہ دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لیے ذلت انگیز عذاب ہے۔

وقف کا اِسلامی تصور : رفیقانِ گرامی! تعاون کی سب سے اعلیٰ صورت اور لوگوں کے ساتھ رحم ومروّت کا خوبصورت ترین طریقہ یہ ہے کہ کمزور مخلوق پر خاص توجہ دی جائے اور ان کی فلاح و بہبود کا ہرممکن سامان کیا جائے کیوں کہ متمول اور مخیّر لوگوں کے مالوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کا بطورِ خاص حصہ رکھا ہے۔ یہ حق زکوٰۃ کی شکل میں بھی ہے اور صدقات وخیرات کی شکل میں بھی۔ یاد رہے کہ اِسلام میں احسان کے بڑے معانی ہیں اور اس کو متعدد طریقوں سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورۂ بقر:۲/۱۷۷)

نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جب کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے ہوں اور سختی (تنگدستی) میں اور مصیبت (بیماری) میں اور جنگ کی شدت (جہاد) کے وقت صبر کرنے والے ہوں یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

تو دراصل اِسلام کے اندر اِحسان وصلہ کرنے کے حوالے سے 'وقف' کا بڑا مقام ہے۔ یہ ایک ایسی صورت ہے جو جہاں کفالت و نگہداشت کے سارے گوشے سمیٹے ہوئے ہے وہیں اس کے ذریعے معاشرے کی بہت سی ناگزیر ضرورتوں، مانگوں اور حادثاتی اُمور کا بروقت مداوا ہوسکتا ہے۔ اسے بروئے کار لانے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ مال کے ذریعے معاشرے کی اِجتماعی ضرورتیں کیسے پوری کی جاتی ہیں اور اس کی وجہ سے زندگی کتنی پرسکون ہوجاتی ہے اور سارا معاشرہ اُخوت وبھائی چارگی اور لطف ومہربانی کی لڑی میں کس طرح منسلک ہوجاتا ہے!۔

یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ جس سے فقیر ومحتاج کی دکھتی ہوئی رگوں پر ہاتھ رکھا جاسکتا ہے اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل کر کے اُن سے حزن واَلم کا بادل چھانٹا جاسکتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ وقف کتنی اہم اہم ضرورتوں کا مداوا ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار سچائی ہے کہ جب سے وقف کی اہمیت امیر و کبیر لوگوں کے ذہنوں سے محو ہوئی تو معاشرہ بری طرح زبوں حالی کا شکار ہوا اور آج حال یہ ہے کہ کوئی وصیت و وقف کا نام تک لینے والا نہیں اس کے سارے نشانات ذہن وفکر سے مٹتے چلے جارہے ہیں مگر یہ سبق ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ اور اَوقاف اِسلام کے دو ایسے اہم اِقتصادی اِدارے ہیں جن کی بہتر کارکردگی مسلمانوں کی فلاح کی ضامن ہوسکتی ہے لیکن افسوس کہ سب سے زیادہ انہی دو اِداروں کے بارے میں غفلت وبے اعتنائی برتی جاتی ہے۔

برادرانِ گرامی! وقف اس اَمر کا باعث بنتا ہے کہ مال کا اَثر اپنے ذاتی منافع کے دائرے سے باہر نکلے۔ وقف کو شریعت نے واجب نہیں قرار دیا بلکہ یہ ایک رضا کارانہ عمل ہے تاکہ دوسروں کو اپنے مال سے بہرہ مند کیا جاسکے۔ یاد رکھیں کہ وقف افضل ترین صدقہ، عظیم ترین عمل اور خرچ کیے جانے والے مال میں سب سے بہترین مال ہے اور جب وقف کے پیچھے اللہ کی قربت ورضا کے حصول اور بندوں کی نفع رسانی کا مقصد خیر پوشیدہ ہو تو اس وقف کی برکت واُجرت بھی بہت بڑھ جاتی ہے۔ دنیا کے اندر وقف کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فقرا و مساکین اور دوست اَحباب کے ساتھ نیکی واِحسان ہوجاتا ہے، اور پھر آخرت میں اس پر بے پایاں اَجر مرتب ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پروردگارِ عالم کا قرب نصیب ہوجاتا ہے۔

آپ ذرا سوچیں کہ دنیا کے اس گھر میں ہمیں کتنا جینا ہے۔ پوری زندگی مال جمع کرنے میں کھپ جاتی ہے مگر پھر بھی سیری نہیں ہوتی اور دم رخصت ان میں سے ساتھ تو کچھ بھی نہیں جاتا لہٰذا دانش مندی یہی ہے کہ اپنے مال سے ہم آبرومندانہ طریقے پر دنیا

بھی گزاریں اور کچھ اللہ واسطے وقف بھی کردیں جس کا سلسلۂ ثواب ہماری قبر کی اندھیریوں میں روشنی اور عرصۂ محشر کی ہولناکیوں میں آسانی پیدا کرسکے۔

کسی نے بڑی پیاری بات کہی کہ وقف ایک ایسا برتن ہے جس میں لوگوں کی خیرات جمع ہوتی ہیں۔ پھر جب وہاں سے چشمۂ خیرات پھوٹتا ہے تو اُس کے فیوض و برکات کا دھارا دور دراز تک کے شہروں اور لوگوں کو سیراب کردیتا ہے اس سے جہاں خاص خاص کام پورے ہوتے ہیں وہیں عامۃ الناس کی مختلف ضرورتوں کی اس سے تکمیل بھی ہوتی ہے۔

وقف: دراصل مال، قول اور عمل کے ذریعے اِحسان کرنے کا نام ہے۔ وقف کی وجہ سے تحفظِ مال کو ضمانت مل جاتی ہے، اس سے تسلسل کے ساتھ نفع اندوزی کی جاتی ہے اور زمانوں تک اس سے اِستفادہ کیا جاتا رہتا ہے۔

اَوقاف: اَربابِ اقتدار کی ذمے داریوں کو یک جسم کردیتا ہے تاکہ وہ پوری تن دہی اور دیانت داری سے اپنی ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہوسکیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَابْتَغِ فِيمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (سورۂ قصص: ۲۸/۷۷)

اور تو اس (دولت) میں سے جو اللہ نے تجھے دے رکھی ہے آخرت کا گھر طلب کر، اور دنیا سے (بھی) اپنا حصہ نہ بھول اور تو (لوگوں سے ویسا ہی) احسان کر جیسا احسان اللہ نے تجھ سے فرمایا ہے اور ملک میں (ظلم، اِرتکاز اور استحصال کی صورت میں) فساد انگیزی (کی راہیں) تلاش نہ کر بیشک اللہ فساد بپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

برادرانِ ملت! اِسلام کی تاریخ وقف و اَوقاف کی زرّیں مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ہر شہر اور ہر زمانے میں اہلِ خیر وثروت حضرات نے وقف کے قیام پر زور دیا اور اس کے فروغ و توسیع میں کارِ نمایاں انجام دیا۔ آج بھی ان اوقاف میں سے بہت سے وقف موجود ہیں۔ (جاری ہے)

﴿.........﴾
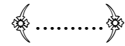
ہری جوت ڈومریا گنج یوپی میں ایک روزہ جشن عظمت قرآن

۳۱؍مئی بروز منگل غلامان غازی کمیٹی کے زیر اہتمام موضع ہری جوت ضلع سدھارتھ نگر میں ایک روزہ جشن عظمت قرآن نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا۔ حافظ وقاری شکیل رضا (استاذ دارالعلوم فیضان رضا شیوہروا) کی تلاوت اور حضرت مولانا معین اختر اترولوی کی نظامت سے پروگرام کا آغاز ہوا بعدہ انور مرزا پوری نے نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنا کر سامعین کو محظوظ کیا پھر فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ استاذ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف نے اختیار رسول کے موضوع پر مدلل گفتگو فرمائی پھر شاعر اسلام جناب اخلاق گونڈوی نے اپنے مترنم آواز میں نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گلہائے عقیدت پیش کیا پھر جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مسیح الدین صاحب قبلہ حشمتی اترولہ نے عظمت قرآن کے عنوان پر مدلل ومفصل خطاب کیا آپ نے اپنے خطاب میں قرآن اور حافظ قرآن کی عظمت اور اعجاز قرآن پر روشنی ڈالی۔ بعدہ نوجوان خطیب حضرت مولانا محمد عارف اقبال مصباحی (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) نے اصلاح معاشرہ وعظمت قرآن پر بصیرت افروز خطاب کیا آپ نے اپنے خطاب سے واضح کیا کہ جب تک ہم قرآن کے ارشادات وفرمودات پر عامل تھے آفاق وانفس پر ہماری حکمرانی تھی ہماری عظمتوں کا شہرہ ہر چہار جانب تھا لیکن جوں جوں ہم قرآنی احکام وتعلیمات سے دور ہوتے گئے ذلت رسوائی ہمارا مقدر بنتی گئی۔ اس دوران حضرت علامہ مولانا حفیظ اللہ صاحب قبلہ اشرفی مہتمم دارالعلوم غیرب نواز بیدولہ اور جامع علم وفن حضرت علامہ شمس الحق فیضی صاحب قبلہ شیخ الحدیث نورالعلوم ٹنڈوا نے اپنے پیغام میں کہا کہ اس بستی کے نوجوان فروغ علم اور اشاعت دین وسنیت کے لیے کمر بستہ ہوگئے ہیں آپ حضرات ان کا تعاون کیجئے۔ اس اجلاس میں قرب وجوار کے سیکڑوں مردوخواتین، درجنوں علمائے کرام اور دارالعلوم اہل سنت انوارالعلوم ہری جوت کے لائق وفائق اساتذہ واراکین نے شرکت فرما کر اجلاس کو کامیابی سے ہم کنار کیا۔ غلامان غازی کمیٹی کے متحرک وفعال نوجوانوں نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں بڑی جدوجہد کی۔ صلوٰۃ وسلام اور حضرت فیضی صاحب قبلہ کی دعاؤں پر اس جشن کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر اعلان کیا گیا کہ آئندہ نئے تعلیمی سال سے دارالعلوم اہل سنت انوارالعلوم ہری جوت میں شعبۂ حفظ وقرآت کا باضابطہ آغاز ہوگا اور ہر طالب علم کو مدرسے کی جانب سے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ (**رپورٹ**: مظہر حسین علیمی)

عورت اور آئینۂ سنگار و کردار

از: مفتیہ متین صدیقہ رضوی موٴمناتی

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا: **یٰبنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کلوا واشربوا ولاتسرفوا انه لایحب المسرفین**۔(سورۂ اعراف ۳۱)

ترجمہ: اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ (عزوجل) حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ سے عورت کی زینت کا جواز ملتا ہے اور عورت کی زینت میں ہر وہ چیز شامل ہے جو اسے آراستہ کرنے اور جمال پیدا کرنے والی ہے خواہ وہ خلقی زینت ہو جیسے چہرہ، بال یا جسم کے دوسرے محاسن یا اکتسابی ہو جیسے کپڑے، زیور، سرخی وغیرہ۔ بہر حال عورت کے لیے ایسی زینت کی اجازت دی گئی ہے جو حلال طریقے سے ہو۔ شریعتِ اسلامی نے حلال طریقے سے زینت بھی صرف اپنے شوہر کے لیے جائز کی ہے لیکن بعض ایسی زینتیں جو شرعاً ناجائز ہوں جیسے سر کے اگلے حصے کے بال کٹوانا وغیرہ شوہر کی اجازت پر بھی ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حسنِ صورت ایسی امتیازی شان عطا فرمائی جو کسی اور مخلوق کو عطا نہ کی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔(سورۂ التین رپ:۳۰) اس کے باوجود عصر حاضر میں چہرے میں بناؤ سنگار کے کئی طریقے رائج ہو گئے ہیں کہ جس میں سراسر اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغییر بھی ہے اور لوگوں کے لیے دھوکہ بھی ہے چوں کہ بعض عورتوں کے چہروں پر زیادہ بال نکل آنے کی وجہ سے چہرے کے رنگ پر اثر ہوتا ہے اسے دور کرنے کے لیے جو طریقے استعمال کیے جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ بلیچنگ (Bleaching) ۲۔ تھریڈنگ (Threading)
۳۔ ایلکٹرالیسیس (Electrolycis)

بلیچنگ: بلیچنگ میں بالوں کو اکھاڑا نہیں جاتا بلکہ بالوں کے رنگ کو چہرے کے رنگ کے برابر کیا جاتا ہے اس سے رنگ میں تبدیلی ہوتی ہے چہرے کی ساخت میں نہیں لہٰذا بلیچنگ کروانے کی غرض یہ ہوئی کہ اپنے اصلی چہرے کو چھپا کر عارضی چہرے کو اصلی چہرہ بنا کر پیش کرنا تو یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے: لَیْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ (ابوداؤد: کتاب البیوع، ص:۴۸۹) یعنی جس نے ہمارے ساتھ فریب دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یہ میک اَپ اکثر ان لڑکیوں کو کروایا جارہا ہے کہ جن کی شادی نہیں ہوتی ہے۔ جب لڑکی کو پسند کرنے کے لیے دولہا والے آتے ہیں تو لڑکی کے اس فریبی میک اَپ پر دھوکہ کھا جاتے ہیں اور جب لڑکی کا اصلی چہرہ ظاہر ہو جاتا ہے تو رشتے سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس فریب کا مضر پہلو یہ ہوتا ہے کہ نہ صرف لڑکی بلکہ سارا گھر پریشان ہو جاتا ہے اس کے برعکس اگر کوئی خاتون اپنے خاوند کی اجازت سے بلیچنگ کرے گی تو جائز ہے کیوں کہ اس میں شوہر کی رضا مندیِ زینت مقصود ہے دھوکہ نہیں۔

تھریڈنگ: اس میں چہرے کے بالوں کو اکھاڑا جاتا ہے تاکہ رنگ صاف ظاہر ہو اور چہرہ خوبصورت نظر آئے لیکن یہ شرعاً ناجائز ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے: **لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم النامصة والمتنمصة**۔(ابوداؤد)

ترجمہ: پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بال نوچنے والی اور اس عورت پر جو کسی سے یہ خدمت لے لعنت فرمائی ہے۔

اگر چہرے پر بکثرت بال آجائیں جیسے بعض مرد حضرات کو رخسار سے داڑھی آتی ہے ٹھیک اسی طرح عورت کو چہرہ یعنی رخسار پر بال آجائے اور ابرو بکثرت ہو جو پیشانی پر زیادہ پھیل جائے جس سے چہرے میں عیب معلوم ہو رہا ہو تو ایسے بال کو چہرے سے نکالنا جائز ہے۔ طبرانی کی روایت ہے کہ ابواسحاق کی بیوی جو نوجوان تھی اور خوبصورتی کی شائق تھی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی

خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا کہ عورت اپنے شوہر کے لیے اپنے رخسار کے بال صاف کرسکتی ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: اذیت کو ممکن حد تک دور کرو۔

اگر کسی عورت کو داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اس کے لیے یہ بال نکلوانا مستحب ہے۔ **ازالة شعر من وجهه حرام الا اذا نبت للمرأة لحية او شوارب فلا تحرم ازالته بل تستحب۔** (ردالمختار: جلد ۵) چہرے سے بال کا دور کرنا حرام ہے مگر جب کہ عوت کو داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اس کا نکالنا حرام نہیں بلکہ مستحب ہے۔

ایلکٹر الیسیس: یہ بھی دورِ جدید کا فیشن ہے اس سے چہرے کے بالوں کو نکالا جاتا ہے تھریڈنگ میں بالوں کے نکالنے پر دوبارہ اگنے کا امکان رہتا ہے لیکن ایلکٹر الیسیس میں دوبارہ بال اگنے کا امکان نہیں رہتا اور اس طریقۂ کار سے آلات کے ذریعے صاف چہرے پر خوبصورتی کے لیے تل لگائی جاتی ہے یا چہرے پر سے تلوں کو نکالا جاتا ہے اور ہونٹ یا ہونٹوں کے اطراف سے سرخی لگائی جاتی ہے جو عارضی نہیں بلکہ مستقل ہوتی ہے جو شرعاً ناجائز ہے اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے۔ مسلم شریف کی حدیثِ پاک میں ہے کہ **لعن رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الواشمة والمستوشمة والواشرة والمستوشرة** ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گودنے والی، گودوانے والی، دانتوں کو نوکدار بنانے والی اور دانتوں کو نوکدار بنوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

گودنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بدن میں سوئی چبھوکر چہرے پر ہاتھ پر نقوش بنائے جاتے ہیں اور اس پر نیلا رنگ چھڑکا جاتا ہے جس سے وہ نقوش نیلے ہوجاتے ہیں اور یہ نقوش مستقل رہتے ہیں تو ایسے نقوش جسم پر کرنے سے اور سوئی چبھونے سے انسان کو سخت تکلیف ہوتی ہے اس لیے ایسا کام کرنا موجبِ لعنت ہے اور ناجائز چیزوں سے زینت کرنا موجبِ عذاب ہے۔

پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کچھ لوگ ایسے دیکھے جن کی زبانیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جارہی تھیں میں نے سوال کیا یہ کون ہیں؟ تو مجھے کہا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو ناجائز چیزوں سے زینت حاصل کرتے تھے نیز میں نے ایک گڑھا ملاحظہ فرمایا جس میں سے چیخ وپکار کی آوازیں آرہی تھیں میرے دریافت کرنے پر بتایا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جو ناجائز اشیا کے ذریعے زینت کیا کرتی تھیں۔ (شرح الصدور)

سر کے بال کٹوانا جائز نہیں: عورت کو سر کے بال کٹوانا (جس طرح نصرانی عورتیں کٹواتی ہیں) ناجائز وگناہ ہے اور اس پر لعنت آئی ہے، جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے: **سئل ابوبکر عن امرأةقطعت شعرها قال علیها ان تستغفر الله تتوب ولاتعود الیٰ مثله قیل ان فعلت ذٰلک باذن زوجها قال لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق** یعنی ایک عورت کے بارے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا جس نے اپنے سر کے بال کاٹے تھے تو اس پر حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور توبہ کرو اور دوبارہ تم ایسے کام کی طرف نہ لوٹو۔ آپ سے کہا گیا کہ اگر میں اس کو اپنے شوہر کی اجازت سے کروں؟ تو آپ نے فرمایا: جس چیز میں خالق کی نافرمانی ہو تو مخلوق کے لیے اس میں کوئی اطاعت نہیں ہے۔ (بحوالہ فقہی مجالس)

انسانی بالوں کی چوٹی (بالوں کو جوڑ کر استعمال کرنا)

بعض خواتین بالوں کے جوڑوں کا استعمال بہت کرتی ہیں یہ ناجائز ہے۔ صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ **ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لعن الواصلة والمتوصلة** آپ نے بال جوڑنے اور جڑوانے والی پر لعنت کی ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جس سال حج کیا تو مدینہ منورہ تشریف لائے اور خطاب فرمایا اسی درمیان بالوں کا گچھا نکالا جو سپاہی کے ہاتھ میں تھا اور فرمایا: اے اہلِ مدینہ! تمہارے علما کہاں ہیں میں نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپ نے اس کو (یعنی بال جوڑنے کو) منع فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل اسی وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے یہ کرنا شروع کیا (ابوداؤد)۔ صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ (بعض) ایسی لڑکیوں کے لیے اس کی اجازت چاہی گئی جن کی شادی ہونی تھی اور بیماری کی وجہ سے ان کے سر کے بال گر گئے لیکن پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا۔ اور اگر وہ بال جس کی چوٹی بنائی گئی خود اسی عورت کے سر کے

ہیں جس کے سر میں جوڑی گئی جب بھی ناجائز ہے۔ اون یا سیاہ دھاگے کی چوٹی بنا کر لگائے تو اس کی ممانعت نہیں۔

سنن ابی داؤد شریف میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے **لابأس بالتومل** اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **وصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواءٗ کان شعرھاأ وشعر غیرھا کذا فی الاختیار شرح المختار ولا بأس للمرأۃ ان یجعل فی قرونھا وذوائبھا شیئا من الوبر کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔**

ترجمہ: بالوں کے ساتھ آدمی (انسانی بالوں) کے بال جوڑنا حرام ہے چاہے خود اس کے بال ہوں یا کسی دوسری خاتون کے ہاں عورتوں کے لیے اس میں مضائقہ نہیں ہے کہ اپنے جوڑوں میں جانوروں کے بالوں کا کچھ حصہ رکھ لیں۔

ٹھیک جس طرح بال کو جوڑنے کی ممانعت آئی ہے بال کے کتروانے کی بھی ممانعت آئی ہے۔ دور حاضر میں رائج کردہ آمیز زینت کی ایک شکل جسے اسلام نے حرام کیا ہے وہ نمص ہے یعنی بال نوچنا مراد بھنوؤں کے بال نکال ڈالنا ہے۔

بھنوؤں کے بال: SHORTENING EYEBROWS

شریعت اسلامی میں نمص حرام ہے یعنی بھنوؤں کے بال نکال ڈالنا تاکہ ان کو صاف یا ہموار کیا جا سکے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے۔ ابوداؤد شریف میں مذکور ہے کہ **لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النامصۃ والمتنمصۃ** ۔ترجمہ: رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بال نوچنے والی پر اور اس عورت پر جو کسی سے یہ خدمت لے، لعنت فرمائی ہے۔

بھنوؤں اور ابروؤں کے بال نوچنا از روئے طب بھی سخت نقصان دہ ہے کہ آنکھوں کی بینائی کمزور ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بالوں کے ساتھ مُثلہ (بال بگاڑنا) کرے اللہ عزوجل کے یہاں اس کا کچھ حصہ نہیں (طبرانی)۔ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خاص بالوں سے متعلق ہے اور بالوں کا مثلہ یہی ہے کہ عورت سر کے بال منڈانے یا مرد داڑھی یا مرد و عورت بھنویں منڈوائے۔ یہ سب صورتیں بالوں کو بگاڑنے میں داخل ہیں اور سب حرام۔

سر پر جوڑا باندھنا: عورت کے لیے بالوں کا جوڑا بنا کر سر پر اونٹ کی کوہان کی طرح رکھنا بھی حرام ہے۔ پیارے آقا سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوزخیوں کی دو قسمیں بیان فرمائیں: ایک وہ قوم جس کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور ایک وہ عورتیں جو ظاہری لباس پہننے والی ہوں گی لیکن پھر بھی وہ ننگی ہوں گی۔ ان کے جسم ان کے کپڑوں سے نظر آتے ہوں گے وہ مردوں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر ایسے ہوں گے جیسے بختی اونٹوں کے کوہان وہ نہ ہی جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالاں کہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کے فاصلے سے محسوس ہوتی ہے۔ (مسلم شریف)

بالوں کو مہندی سے رنگنا اور (خضاب کا حکم):

سر کے بالوں کو مہندی کے خضاب سے رنگنا درست و جائز ہے۔ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے مہندی اور کتم کا خضاب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا اور سب سے پہلے سیاہ خضاب فرعون نے کیا۔

خضاب کرنا چاہیے مگر سیاہ خضاب ہرگز نہ لگائیں اس لیے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتر کے پوٹے وہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔ البتہ اگر بیوی نوعمر ہو تو اس کے حسن و جمال کو بحال رکھنے کے لیے اس کی اجازت دی گئی۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے کہ ''بعض اور حضرات نے نوعمر بیوی کی رعایت کرتے ہوئے بھی اس کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے ان ہی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

سر کے بالوں کو پھولوں اور پوت سے مزین کرنا:

عورتوں کے بالوں میں پوت لگانے والی صورت میں ناجائز اُمور میں سے کوئی کیفیت نہیں پائی جاتی اس لیے اس کا لگانا شرعاً جائز اور درست ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ عورتیں اپنی چوٹیوں میں پوت اور چاندی سونے کے دانے لگا سکتی ہیں۔ اسی طرح پھولوں کے استعمال سے بھی مزین ہو سکتی ہے جب کہ اس کو چار دیواری کے اندر رہ کر غیر محرم کے سونگھنے سے بچا کر استعمال کرے کیوں کہ اس میں خوشبو پائی جاتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو

خوشبودار عطر لگانے سے منع فرمایا ہے۔ خوشبودار عطر لگا کر نکلنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے کہ وہ بدکار عورت ہے جیسا کہ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۱۰۷ر باب ماجاء فی طیب الرجال والنساء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی بو ظاہر ہو اور رنگ چھپا رہے جب کہ عورتوں کی خوشبو وہ ہے کہ جس کا رنگ ظاہر ہو اور بو چھپی رہے۔

خوشبو لگانے کا شرعی حکم: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں میں نکلتی ہے تا کہ اس کی خوشبو پائی جائے تو یہ زانیہ ہے۔ (نسائی شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو آتے ہوئے دیکھا اس سے خوشبو کی لپیٹیں اُٹھ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ **یـــا امة الـجبار** اے خداوند جبار کی بندی! کیا تو مسجد سے آ رہی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے خوشبو لگا رکھی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: **سـمعت حبیبی ابا القاسم صلی اللہ علیه وسلم یقول لا یقبل اللہ صلوٰۃ امرأۃ طیبت لھٰذا المسجد حتیٰ ترجع فتغسل غسلھا من الجنابة**۔ ترجمہ: میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کی نماز قبول نہیں فرماتا جو مسجد میں تیز خوشبو لگا کر جائے جب تک کہ وہ گھر لوٹ کر غسل جنابت نہ کرے۔ (یعنی اچھی طرح خوشبو کو دھو ڈالے کہ اس کا اثر باقی نہ رہے)۔

اس سے وہ عورتیں سبق لیں جو آج طرح طرح کی تیز خوشبوؤں کو لگا کر عام شاہ راہوں پر چلتی پھرتی ہیں۔ واضح رہے کہ جو عورتیں پردے کے ساتھ چلتی ہیں اگر وہ بھی خوشبو لگائیں گی تو اسی وعید کی مستحق ہوں گی کیوں کہ پردہ بدن اور چہرے کا ہے نہ کہ خوشبو کا خوشبو تو پردے سے بھی باہر ہو جاتی ہے لہٰذا دینی محافل میں جاتے وقت بھی عورتیں خوشبو نہ لگائیں۔

نیل پالش لگانا گناہ ہے: دورِ حاضر میں نیل پالش کا فیشن عام ہو گیا ہے بہت کم عورتیں اس فیشن سے بچتی ہوں گی۔ نیل پالش ناپاک ہوتی ہے کیوں کہ اس میں اسپرٹ ڈالا جاتا ہے۔ اسپرٹ شراب کی قسموں میں سے ہے اور شراب ناپاک ہوتی ہے چوں کہ نیل پالش کی تہہ ناخن پر جم جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے نیچے پانی نہیں پہنچتا لہٰذا جن کے ناخنوں پر یہ پالش لگی ہوتی ہے ان کا نہ ہی وضو ہوتا ہے اور نہ ہی غسل اس لیے اپنے بچوں کو بھی نیل پالش نہ لگایا کریں۔ الکحل شراب کی آمیزش والے اسپرے، سینٹ اور نیل پالش سب ناجائز ہیں۔ الکحل والے پالش اور سینٹ کی شناخت یہ ہے کہ جسم ہتھیلی اور انگلیوں پر اس کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔

ناخن کاٹنا: ہر جمعہ کو اگر ناخن نہ تراش سکے تو پندرہویں دن تراشے اور اس کی انتہائی مدت چالیس دن ہے۔ کچھ لڑکیوں میں ناخن بڑھانے، نوکیلے بنانے اور ان پر نیل پالش کرنے کا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔ ماں باپ اور گھر کے بڑوں کو چاہیے کہ اس بیماری اور افلاسی حرکت کو جو زمانۂ جاہلیت کی یادگار ہے، سختی سے مٹا دیں۔ لمبے ناخن شیطان کی نشست گاہ ہیں یعنی ان پر شیطان بیٹھتا ہے۔ (کیمیائے سعادت)

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موئے زیرناف مونڈنا، ناخن ترشوانا اور بغل کے بال اکھیڑنا، انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور فطرت سے ہے۔ فطرتاً عقلِ سلیم بھی ان باتوں کو تسلیم کرتی ہے۔ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو موئے زیرناف کو نہ مونڈے اور ناخن نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں۔ دانت کو باریک اور چھوٹا کروانا حرام ہے۔

انسان کے اعضا میں سے دانت بھی بہت کارآمد عضو ہے جس سے انسان ہر قسم کی غذا خواہ سخت ہو یا نرم استعمال کرتا ہے۔ شریعتِ اسلامی میں اس بات کی گنجائش دی گئی ہے کہ دانت کے گرنے پر مصنوعی دانت استعمال کیے جائیں لیکن لوگوں میں سے بعض کے دانت تخلیقی اعتبار سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں جس کی بنا پر اطبا نے جدید طبی تحقیق میں یہ طریقہ استعمال کیا کہ ان دانتوں کو کسی دھات کے بنائے ہوئے کلپ کو استعمال کر کے سیدھا کیا جاتا ہے یہ شرعاً جائز ہے۔ فقہائے کرام نے چاندی اور سونے کے تاروں سے دانتوں کو باندھنے کی اجازت دی ہے جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ: جلد چہارم، ص ر ۳۷۷ میں مذکور ہے کہ **ویشد الانسان بالفضة ولا یشدھا بالذھب وقال محمد لابأس**۔

کیوں کہ دانت کے سیدھے ہونے کی بنا پر چہرے میں تغیر نہیں ہوتا۔ وہ دانت جس کے مسوڑھے ابھرے ہوئے ہوتے ہیں طریقۂ طب میں ابھرے ہوئے مسوڑوں کو کاٹ کر برابر کیا جاتا ہے۔ اس

طریقۂ کار میں چہرے میں تغیر پیدا ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر لازم آتا ہے اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی:
لعن رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الواشمۃ والمستوشمۃ والواشرۃ والمستوشرۃ۔ (مسلم)

ترجمہ: پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی پر گودوانے والی پر دانتوں کو نوک دار بنانے والی پر اور اس پر جو دانتوں کو نوکدار بنائے، لعنت فرمائی ہے۔

وشـــر یعنی دانتوں کو نوک دار اور کوتاہ بنانا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو انجام دینے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے اور اس عورت پر بھی جو کسی سے یہ خدمت لے اگر کوئی مرد یہ خدمت انجام دے تو وہ لعنت کا بدرجۂ اولیٰ مستحق ہے۔ وشـــر یعنی دانتوں کو نوک دار بنانا شرعاً ناجائز ہے لیکن بعض ایسی لڑکیاں جن کے دانت زیادہ ابھرے ہوئے ہوتے ہیں جس کی بنا ان کی شادی میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہو ایسے دانتوں کو درست کرنا اضطرار نہیں بلکہ یہ حاجت ہے اور حاجت وہ ہے کہ جس میں ممنوع چیز کے استعمال نہ کرنے سے ہلاکت کا اندیشہ تو نہیں لیکن مشقت اور تکلیف ہے۔ چنانچہ قاعدہ ہے: **المشقۃ تجلب التیسیر** (الاشباہ والنظائر) یعنی مشقت آسانی پیدا کرتی ہے۔

مذکورہ قاعدے کے تحت اس مشقت کو بھی دور کیا جائے گا۔ ہاں! اگر اس سے لڑکی کی شادی میں رکاوٹ نہ ہو صرف فیشن کی غرض سے دانتوں کو درست کر رہی ہو تو وہ ملعون ہے۔ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح اس بات کو حرام فرمایا کہ دانتوں کو نوک دار بنایا جائے اسی طرح اس بات کو بھی حرام فرمایا کہ دانتوں کے درمیان فصل بنائی جائیں۔ اللہ کے رسول نے فرمایا **لعن المتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ۔** (بخاری و مسلم)

ترجمہ: آپ نے جو خوبصورتی (فیشن) کے لیے دانتوں میں فصل کرنے والیوں پر جو درحقیقت اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردوبدل کرتی ہیں، لعنت فرمائی ہے۔

ٹھیک یوں ہی بعض عورتیں اپنے دانتوں کے درمیان فصل شدہ فاصلے کو جوڑتی ہیں جس سے بھی تخلیق میں تبدیلی ہوتی ہے اور یہ بھی فریبی فیشن ہے۔

جو مذکورہ ناجائز میک اپ کی تقلید کرتے ہیں ان کے لیے قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُبَتِّکُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ** (النساء:۱۱۹)

ترجمہ: اور میں (شیطان) انہیں حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردوبدل کریں گے۔

معلوم ہوا کہ اس قسم کے میک اپ کرنے والے گویا شیطان کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ (اعضا کی پیوندکاری)

زیورات کا استعمال: عورتوں کے لیے یقیناً زیورات پہننا جائز ہے مگر گھنگھرو والے زیورات کا استعمال منع ہے اس لیے کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ گھنگرو کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور جس گھر میں گھنگرو والے زیورات استعمال کیے جاتے ہیں اس گھر میں فرشتے نہیں آتے۔ (ابوداؤد)

اور بجنے والے زیور مثلاً پازیب اور جھانجن پہن کر چلنے میں زمین پر زور زور سے پاؤں نہیں رکھنا چاہیے کیوں کہ اس کی آواز سے سننے والوں کے خیالات میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ کانچ کی چوڑیاں پہننا درست ہے اسی طرح سونے، چاندی کے زیورات پہننا، نگینہ، ہر قسم کا پتھر، عقیق، زمرد، فیروزہ، یاقوت وغیرہ سب کا نگینہ جائز ہے۔ (درمختار)

البتہ سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھات کے زیورات اور انگوٹھیاں پہننا حرام ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا خول چڑھا دیا جائے کہ لوہا بالکل نہ دکھائی دیتا ہو اس انگوٹھی کے پہننے کی ممانعت نہیں (عالمگیری) لہٰذا سونے کے زیوروں میں اندر تانبے یا لوہے کی سلاخ ہو اور اوپر سے سونے کا پترا چڑھا دیا جائے تو اس کا پہننا جائز ہے۔ (بہار شریعت)

چست اور باریک لباس پہننا جائز نہیں: بعض خواتین بہت باریک کپڑے پہنتی ہیں مثلاً جارجٹ، جالی، باریک ململ ہی کا دوپٹہ جس سے سر کے بال یا بالوں کی سیاہی یا گردن یا کان نظر آتے ہیں یا کرتے میں سے پیٹ اور پیٹھ بالکل نظر آتی ہے اس قسم کے کپڑے پہننا ناجائز ہے اور مردوں کو اس حالت میں ان کی طرف نظر کرنا بھی حرام (عالمگیری، بہارِ شریعت)

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے ہرگز نہ پہنایا کرو جو جسم پر اس طرح چست ہوں کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہو جائے۔ یہ سراسر حرام ہے۔ (المبسوط: باب الاستحسان)

چوڑی دار اور تنگ پاجامے بھی نہیں پہننا چاہیے کہ اس میں پنڈلیاں نظر آجاتی ہیں عورتوں کے پاجامے ڈھیلے ڈھالے ہوں جیسے کہ شلواریں تاکہ قدم چھپ جائیں۔(بہارشریعت)

عورت کے لیے مردانہ جوتا پہننا ممنوع: ابوداؤد نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی کہ کسی عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ایک عورت (مردوں کی طرح) جوتے پہنتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے لہٰذا مرد کے لیے بھی عورت کی وضع اختیار کرنا ممنوع ہے۔

بدن کو فربہ کرنے کا مجرب نسخہ: بعض خواتین دُبلے پن کو دور کرنے کی کئی تدبیریں کرتی ہیں ان کے لیے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بتایا ہوا بہترین نسخہ احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں میری والدہ مجھے موٹا کرنے کی کوشش کرتیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جائے۔(یہ رخصتی سے پہلے کا واقعہ ہے) جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے مجھے ککڑی کے ہمراہ کھجور کھلانا شروع کردی جس سے میں اچھی خاصی موٹی ہوگئی۔

(سنن ابن ماجہ: باب القثاء والرطب یجمعان، ص/۳۱۳)

نظرِ بد سے بچنے کے لیے کاجل لگانا: نظر سے بچنے کے لیے بچوں کے ماتھے یا تھوڑی وغیرہ میں کاجل وغیرہ سے دھبہ لگا دینا درست ہے۔

حدیث کی روشنی میں پلکیں لمبی کرنے کا بہترین نسخہ: اکثر لڑکیوں کی خواہش ہوتی ہے کہ پلکیں گھنی ہو تاکہ آنکھیں خوبصورت نظر آئیں حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد (سرمہ) کو ضرور لگایا کرو کیوں کہ وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔(سنن ابن ماجہ)

کان ناک چھیدنا: عورتوں کے کان ناک چھدوانے میں حرج نہیں اس لیے کہ زمانۂ رسالت میں کان چھدتے تھے اور اس پر انکار نہیں ہوا۔(فتاویٰ عالمگیری)

چوٹیوں کو خوبصورت بنانا: زینت کے لیے عورتیں اپنی چوٹیوں میں پوت اور سونے چاندی کے دانے لگا سکتی ہیں۔(بہارشریعت)

گھر کو جائز طریقے سے آرائش کرنے کا طریقہ: گھر کو پھولوں کے گلدستے سے گنبدِ خضریٰ اور کعبۂ معظّمہ کی تصویروں اور غیر ذی روح کی تصویر سے مکان آراستہ کرنا جائز ہے جیسا کہ طغریٰ اور کتابوں سے مکان سجانے کا رواج ہے۔(عالمگیری) اور مکان میں ذی روح کی تصویر لگانا جائز نہیں۔ اسی طرح مکان کو ریشم چاندی سونے سے آراستہ کرنا مثلاً دیواروں دروازوں پر ریشمی پردے لٹکانا اور جگہ جگہ قرینے سے سونے چاندی کے ظروف وآلات رکھنا جس سے مقصود صرف آرائش وزیبائش ہو تو کراہت ہے اور تکبر وتفاخر سے ایسا کرنا جائز نہیں۔(ردالمحتار)

ریشم کے کپڑے عورتیں پہن سکتی ہیں مردوں کے لیے حرام ہے۔

ساڑی اور بلاؤز پہننا: خواتین کے لیے ساڑی اور بلاؤز کا استعمال جائز نہیں اس لیے کہ اس قسم کے لباس میں پیٹ، پیٹھ، گلا، دونوں ہاتھ کہنیوں تک کھلے رہتے ہیں جو کہ ستر میں داخل ہیں سوائے شوہر کے دیگر محارم کے لیے بھی پیٹ، پیٹھ کا دیکھنا جائز نہیں البتہ اگر ساڑی کو اس ڈھنگ سے پہنے کہ ستر نہ کھلے اور بلاؤز اس طرح سلوائے کہ پیٹ اور پیٹھ اور دونوں ہاتھ پہنچوں تک چھپ جائیں تو پہننا درست ہے۔

رات کو آئینہ دیکھنا: رات کے وقت آئینہ دیکھنے کی ممانعت نہیں۔ بعض عوام کا خیال ہے کہ اس سے منہ پر جھائیاں پڑتی ہیں اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے، نہ شرعاً نہ طبعاً۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کے سنگار کے واسطے آئینہ دیکھے ثوابِ عظیم کی مستحق ہے۔ ثواب کی بات بے اصل خیالات کی بنا پر منع نہیں ہوسکتی۔(فتاویٰ رضویہ شریف)

خواتین اپنی زینت وآرائش کس کے سامنے ظاہر کرسکتی ہیں؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے: وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (النور/۳۱)

مذکورہ آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عورت سوائے محارم کے کسی

کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہ کرے اس لیے خواتین کو چاہیے کہ عام مردوں سے اپنی آرائش چھپائیں لیکن ان رشتے داروں سے جن کا ذکر مذکورہ آیتِ مبارکہ میں کیا گیا اپنی آرائش کو چھپانے کی ضرورت نہیں۔ اس فہرست میں جن اقربا کا ذکر ہے (خاوند کے سوا) وہ محرمِ ابدی ہونے میں سب یکساں ہیں لیکن قرابت میں واضح فرق ہے اس لیے علمائے کرام نے انہیں تین درجوں میں تقسیم کیا ہے۔

ا۔سب سے پہلا درجہ خاوند کا ہے گھر میں جو اس کا مقام ہے وہ کسی کا نہیں۔ **لہ حرمة لیست لغیرہ یحل لہ کل شئی** یعنی اس سے کسی قسم کا پردہ اور حجاب نہیں۔

۲۔اس کے بعد باپ، بیٹا اور بھائی ہیں۔

۳۔اس کے بعد خاوند کا بیٹا ہے۔

جو چیز شوہر کے سامنے ظاہر کی جاسکتی ہے وہ دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں یعنی جن لوگوں کے سامنے اظہارِ زینت ممنوع نہیں ان میں سرفہرست خاوند ہے۔اس کے بعد محرم لوگ ہیں لیکن ان کے مراتب مختلف ہیں جو مرتبہ باپ اور بھائی کا ہے وہ خاوند کے بیٹے کا نہیں اس لیے اظہارِ زینت میں بھی فرق ہے۔

بدکار اور غیر مردوں پر زینت ظاہر کرنے والی عورتوں کا حال:

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب شبِ معراج میں جنت وجہنم کی سیر فرمائی تو آپ نے جہنم میں کھجور کے درخت کی طرح لمبے لمبے سانپ، خچر کی طرح بچھو، ستر ہزار سخت سرد کنویں اور اس میں غمگین رونے والی عورتیں دیکھیں جو چیخ و پکار کر رہی تھیں مگر ان کی کچھ نہ سنی جاتی تھی اور ان کی پروا نہیں کی جاتی تھی۔ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پوچھنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں کو چھوڑ کر دوسروں کے پاس بن سنور کر جاتی تھیں۔

آئینہ کردار: ہمیں غور وفکر کرنا چاہیے کہ ہم آئینہ کیوں دیکھتے ہیں جب کہ نہ نام بدلا، نہ خد و خال بدلے پھر ہم آئینہ بار بار کیوں دیکھتے ہیں۔ ہم بار بار آئینہ اس لیے دیکھتے ہیں کہ ہمیں اپنی خوبیوں اور خامیوں کا احساس رہے یا اس لیے کہ جن خامیوں اور عیبوں کو دور کرنے کا ہمیں اختیار ہے اسے بدل سکیں، جس لباس میں ہیں وہ ہم پر کھپ رہا ہے یا نہیں، کبھی اپنے بالوں کا اسٹائل بھی بدل دیتے ہیں اور کبھی اپنی بہنوں، ماں، سہیلیوں کی رائے سے لباس بدل دیتے ہیں جب کہ وہ لباس اپنا من پسند اور قیمتی تھا۔ روز کا تجربہ شاہد ہے کہ صرف محبوبوں ہی کی ناپسندیدگی پر نہیں بلکہ ایک غیر اہم فرد کی رائے پر بھی ہم اپنی دیرینہ من پسند قیمتی شئی کو ٹھکرا دیتے ہیں۔

اسی فطرتِ انسانی کے مطابق فرمایا گیا کہ **المؤمن مرأة المؤمن** یعنی مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے اور ہر مؤمنہ، مؤمنہ کا آئینہ ہے اور بار بار آئینہ دیکھنا جس طرح انسانی فطرت ہے اسی طرح مسلمان کی مسلمان سے بار بار ملاقات ہوتی ہے اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی خوبیوں اور خامیوں پر نظر رکھتا ہے۔بس یہی مقصد ہے آئینہ دیکھنے کا کہ اپنی خوبیوں پر خامیوں پر نظر رکھے نہ کہ اسی سے نفرت کرنے لگے یا انتقام پر اتر آئے بلکہ آئینہ دیکھ کر خود کو سدھارا اور سنوارا جاتا ہے تا کہ جس میں جو عیب نظر آئے تو دیکھے یہ عیب ہم میں تو نہیں اگر ہے تو بنام اسلام اسی طرح چھوڑ دیں جس طرح کانٹوں، چوڑیوں اور جوتوں کو اتار دیا جاتا ہے اور ہر خوبی کو بنامِ ایمان اس طرح اپنا لیں جس طرح لباس وزیبائش کو اپنانے کے لیے ہزار جتن کرتے ہیں۔

غور کیجیے:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کسی بے جان شئی کو آئینہ نہیں بنایا بلکہ فرمایا **العزة للہ و لرسولہ و للمؤمنین** لہٰذا ہماری عزت وعظمت کے مطابق آئینہ بھی عطا فرمایا جس طرح مومن، مومن کا آئینہ ہے تو مومنہ مومنہ کا آئینہ، عالم عالم کا آئینہ، عابد عابد کا آئینہ، ولی ولی کا آئینہ ہے جسے آئینۂ قدرت کہا جائے تو بجا ہوگا۔اب اس آئینۂ قدرت سے نفرت اور خود ساختہ آئینے سے الفت عجیب بات ہے اگر ہم آئینۂ قدرت کو چشمِ شریعت سے دیکھیں تو ظاہری و باطنی خوبیوں کردار وگفتار کی خامیوں اور نفسانیت میں چھپے شیطان کی شیطنیت دل کے داغ دھبوں کو بھی نمایاں کر کے دیکھا جا سکتا ہے اور ان داغ دھبوں کو دھونا مٹانا ہمارے ذمے ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرعی حدود میں رہ کر زیب وزینت کی توفیق عطا فرمائے اور جس طرح ہم دنیا والوں کی نظر میں اچھے دکھنے کے لیے خود کو آراستہ کرتے ہیں اسی طرح معبودِ حقیقی کی نظروں میں اچھے بننے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی

جس نے اسے سنوار لیا خود سنور گیا

❁......❁

کیریئر کا انتخاب کیسے کیا جائے؟

(والدین اور طلبہ کے لیے خاص تحریر)

از: علیم احمد خان

کیریئر کیا ہے؟ عملی زندگی کامیابی کے ساتھ گزارنے کے لیے کسی پیشے کا انتخاب کیریئر کہلاتا ہے -ماہرین کے رائے میں کیریئر کی تعریف کچھ یوں ہے-ا:انسان کے کام اور کاروبار کے متعلق تجربا ت -2: زندگی بھر کے لیے ملازمت یا کاروبار کا سلسلہ -3: کسی پیشے کا انتخاب جیسے قانون، طب، فوج وغیرہ جس میں آگے بڑھنے کے ظاہری راستے موجود ہوں -4: کسی ادارے میں آگے کی طرف بڑھنا۔ کیریئر کے معنی زندگی گزارنے کے طریقے کے ہیں اور پیشہ کسی خاص شعبے میں یقینی مستقبل کو اختیار کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس مضمون میں ہم کیریئر اور پیشے (پروفیشن) کو ہم معنی سمجھتے ہوئے گفتگو کریں گے-

اپنے لیے اچھا کیریئر منتخب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایسا ذریعۂ معاش اختیار کرے جو اس کی صحت، صلاحیتوں اور رجحان کے مطابق ہوتا کہ وہ اس خاص پیشے میں زیادہ ترقی کر سکے اور کام کرنے سے اسے اکتاہٹ یا تھکن محسوس نہ ہو بلکہ تسکین، اطمینان اور مسرت حاصل ہو-

کیریئر کیوں ضروری ہے؟ انسان کی زندگی مسلسل جدوجہد کا نام ہے -اشرف المخلوقات کی حیثیت سے ہمیں جو ذمے داریاں سونپی گئی ہیں ان کی ادائیگی کے لیے انسان کو مادی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے -ایک خاندان کے سربراہ کو اپنے اہلِ خانہ کے لیے زندگی کی بنیادی ضروریات، غذا، لباس، رہائش، تعلیم اور علاج فراہم کرنا ہوتا ہے تا کہ خاندان کا ہر فرد عزت کے ساتھ نشو ونما پا سکے، معاشرے میں اپنا مقام حاصل کر سکے، اپنی سماجی ذمے داریوں کی تکمیل کر سکے-

مادی وسائل مہیا کرنے کے لیے انسان ملازمت کرتا ہے یا کاروبار اختیار کرتا ہے تا کہ اس کی معاشی سرگرمیوں کے نتیجے میں وہ مادی وسائل مہیا ہوں جو اس کی اور اس کے اہلِ خانہ کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کر سکیں -یہ معاشی سرگرمی (ملازمت یا کاروبار) ہی اس کا کیریئر ہوتا ہے -اسی کیریئر کی بنیاد پر اسے معاشرے میں عزت اور مقام حاصل ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کرتا ہے -اپنی اور اپنے بچوں، بہن بھائیوں اور دوسرے زیرِ کفالت افراد کے لیے غذا، لباس، رہائش، تعلیم اور علاج کے وسائل فراہم کرنا ایسی ذمے داری ہے جس سے کسی صورت بچا نہیں جا سکتا -اس ذمے داری کو احسن طریقے سے ادا کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرنا ضروری ہے -انسانی معاشرے کا یہی دستور ہے اور کامیابی کے لیے یہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر معاشرے میں باعزت مقام حاصل کیا جا سکتا ہے

ماہرین عمرانیات نے انسانی زندگی کو محرک بنانے والی درج ذیل ضروریات کا تعین کیا ہے:

ا۔طبی رجسمانی ضروریات: ان میں خوراک، لباس، مکان شامل ہیں۔ جب تک یہ ضروریات پوری نہیں ہوں گی کوئی چیز انسان کو محرک نہیں کر سکے گی -2 تحفظ: خوف، نقصان اور جان کے خطرے سے تحفظ، ملازمت / روزگار سے محرومی، جائیداد، خوراک، لباس سے محرومی کے خوف سے تحفظ انسان کی ضرورت میں شامل ہے -اس ضرورت کی تکمیل اسے محرک بناتی ہے 3- معاشرے کی ضرورت: مل جل کر رہنا انسان کی فطرت ہے مل جل کر رہنے اور دوسروں کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے ہوتے ہیں ان حقوق کی ادائیگی سماجی ضرورت ہے -4- اندرونی احساسات: مندرجہ بالا ضروریات پوری ہونے کے بعد انسان میں قوت، عزت اور اعتماد کا احساس پیدا ہوتا ہے یہ احساسات انسان کو دلی خوشی اور اطمینان بخشتے ہیں جو کامیاب زندگی کے لیے نہایت ضروری ہے -5- ترقی کی خواہش: ایک خاص مقام پر پہنچنے کے بعد انسان کی فطری خواہش اس سے آگے بڑھنے کی ہوتی ہے -ترقی کرنے کا یہ احساس ہی اس کارخانۂ حیات کی رونقوں کی بنیاد ہوتا ہے-

ملازمت یا کاروبار؟ آپ ملازمت کریں یا کاروبار درحقیقت آپ اپنی زندگی کی ضروریات کو پورا کر رہے ہوتے ہیں -آپ کا

کاروبار آپ کا پیشہ بھی ہے ملازمت بھی - کامیابی کے لیے شرط یہ ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں منصوبہ بندی مکمل کی ہوئی ہو اور اپنی ترقی کے ہدف مقرر کیے ہوئے ہوں - کسی مفکر کا کہنا ہے کہ پیشہ کوئی بھی ہو اس کی اصل حیثیت تجارت سے مختلف نہیں ہو سکتی۔ ایک ٹوکری ڈھونے والا مزدور بھی دراصل ایک تاجر ہے جو اپنی جسمانی مشقت فروخت کر کے روزی کماتا ہے، دفتر میں کام کرنے والا کلرک بھی تاجر ہے جو اپنی دماغی محنت فروخت کر کے معاوضہ حاصل کرتا ہے اور ایک دکان دار تو ہے ہی تاجر وہ اپنا مال فروخت کر کے دولت اکھٹی کرتا ہے- اسی طرح وکیل، ڈاکٹر، انجینئر، منتظم سب تاجر ہیں -ہر شخص دنیا کے بازار میں اپنی اپنی صلاحیتیں، قوت، محنت اور مال فروخت کر کے زندگی گزارنے کا سامان مہیا کر رہا ہے۔ اس عمل میں انسان سب سے زیادہ خوشی کس ذریعے میں محسوس کرتا ہے اور اپنی صلاحیتوں کو بہ درجۂ اتم کس چیز میں بروئے کار لاتا ہے -اس ذریعے اور چیز کے علم، فہم اور اس کے شعوری انتخاب کو کیریئر کا انتخاب کہتے ہیں- گویا ملازمت ہو یا کاروبار یہ دونوں کیریئر کے دوراستے ہیں-

کیریئر کا انتخاب: اپنے اطراف ہونے والی معاشی سرگرمیوں پر نظر ڈالیے تو آپ کو تمام لوگ تین قسم کے کام کرتے نظر آئیں گے- ا۔عملی کام: یہ ایسے کام ہیں جن میں کام کرنے والا اپنے ہاتھوں کے ذریعے کسی ایسے عمل میں مصروف ہوتا ہے جس سے کوئی مشین، آلہ، پرزہ حرکت کرتا ہے جیسے انجینئر، پائلٹ، کسان، کمپیوٹر آپریٹر وغیرہ -2۔کاغذی کام: وہ کام ہیں جو خط و کتابت، لکھنے، پڑھنے اور اعداد و شمار سے متعلق ہیں جیسے اکاؤنٹنٹ، صحافی، آرکیٹیکٹ، سیکریٹری وغیرہ -3۔عوامی/انفرادی کام: ایسے کام جن میں کام کرنے والے کا واسطہ عوام یا مختلف افراد سے زیادہ ہوتا ہو اس زمرے میں آتے ہیں جیسے ڈاکٹر، استاد، ایئر ہوسٹس وغیرہ

شعوری یا غیر شعوری طور پر ہر نوجوان دورانِ تعلیم چند پیشوں کو پسند کرنے لگتا ہے -اس پسند کے پسِ منظر میں اس کے خاندان کے افراد کے پیشے، اس کے دوستوں کے والد یا بھائیوں کے پیشے، قومی ہیروز کے پیشے یا کسی خاص شخصیت سے اس کی ذہنی وابستگی اور عقیدت کارفرما ہوتی ہے-

جب نوجوان زندگی کے اس دوراہے پر پہنچے جہاں اسے اپنی پیشہ ورانہ تعلیم کے مرحلے میں داخل ہونا ہے تو اپنی پسند کے پیشوں کی ایک ترجیحی فہرست بنالینا چاہیے۔اس فہرست میں کم سے کم تین پیشے ہوں پہلے نمبر پر سب سے پسندیدہ، دوسرے نمبر پر اس سے کم پسند کا اور تیسرے نمبر پر سب سے کم پسند کا پیشہ۔

پیشے کے انتخاب کے دوسرے مرحلے میں، درج ذیل چھ بنیادی باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ میرے لیے کون سا پیشہ بہتر ہو سکتا ہے؟ 1صلاحیتیں -2 تعلیم 3۔ذہانت -4رجحان/میلان -5دلچسپی -6حالات/ ماحول

صلاحیتیں: صلاحیتوں کا مطلب انسان کی ذہنی اور جسمانی خوبیاں ہیں لیکن خوبیوں کا اندازہ ہم کو اسی وقت ہو سکتا ہے جب اپنی خامیوں یا کمیوں کا احساس ہو- ایک نوجوان کی خواہش پائلٹ بننے کی ہے لیکن اس کی نظر کمزور ہے اس لیے وہ پائلٹ نہیں بن سکتا یا کوئی شخص صحافی بننا چاہتا ہے لیکن اسے زبان پر عبور نہیں تو وہ اس پیشے میں کامیاب نہیں ہو سکتا -اچھی گفتگو کی صلاحیت رکھنے والے وکالت یا سیلز کے پیشے میں کامیاب ہو سکتے ہیں-

تعلیم: تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اب تک جو تعلیم حاصل کی ہے وہ اس پیشے کی ضرورت کے مطابق ہونا چاہیے جو وہ اختیار کرنا چاہتا ہے -ڈاکٹر کا پیشہ اختیار کرنے کی خواہش رکھنے والے کو ضروری ہے کہ اسے انٹرمیڈیٹ سائنس کا امتحان پری میڈیکل گروپ میں کامیاب کرنا ہوگا جب ہی وہ ایم بی بی ایس کے لیے کالج میں داخلے کا اہل ہوگا-

ذہانت: کامیابی کے لیے تعلیم کے ساتھ ذہانت بھی لازمی ہے ذہانت کا مطلب اپنے علم اور تجربے کو تجزیے کے ساتھ بروقت استعمال کرنا ہے اچھی یادداشت ذہانت کو حسن عطا کرتی ہے کم سے کم وسائل کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانا بھی ذہانت کا کرشمہ ہے -انسان کوئی بھی کیریئر منتخب کرے ذہانت کامیابی کے لیے ضروری ہے-

رجحان یا میلانِ طبع: ہر شخص کو کوئی ایک یا چند کام آسان لگتے ہیں وہ انہیں دوسروں کے مقابلے میں جلد سیکھ جاتا ہے، ان کے تکنیکی پہلوؤں کو فوری طور پر سمجھ لیتا ہے -دوسرے افراد کے مقابلے میں اسے یہ برتری اس لیے حاصل ہوتی ہے کہ اس کا رجحان اس خاص کام یا شعبے کی طرف ہوتا ہے بعض نوجوانوں کو الیکٹرونکس کے آلات سے اس قدر دلچسپی ہوتی ہے کہ اس کے اسرار و رموز سے خود بہ خود واقف ہو جاتے ہیں -لڑکے گڑیوں کے کھیل میں دلچسپی نہیں رکھتے لیکن

لڑکیاں وہی کھیل کھیلتی ہیں۔

پیشے کے انتخاب میں رجحان کو ضرور مدِ نظر رکھنا چاہیے اور اس کے مطابق اپنی ترجیحات میں سے کیریئر کا انتخاب کرنا چاہیے۔

دلچسپی: بعض کام جو دوسروں کے لیے مشکل ہوتے ہیں وہ آپ کے لیے آسان ہوں گے اور جو کام آپ کو مشکل نظر آتے ہیں وہ دوسروں کے لیے بہت سہل ہو سکتے ہیں ۔یہ مشکل اور آسان کا سارا کھیل ہماری ذاتی دلچسپی کا نتیجہ ہے جس کام سے ہمیں دلچسپی ہوتی ہے وہی ہمارے لیے آسان ہو جاتا ہے ۔ عملی زندگی کے لیے پیشے کا انتخاب کرتے وقت دلچسپی کا عنصر نہایت اہم ہے کیونکہ انسان کو وہی کام بہ طور پیشہ اپنانا چاہیے جو اسے دلچسپ نظر آئے ۔ کام دلچسپ اور رجحان کے مطابق ہو تو وہ کام نہیں رہتا مشغلہ بن جاتا ہے اور اس کام کو انجام دیتے وقت انسان تھکن محسوس نہیں کرتا خواہ اس میں کتنا ہی وقت صرف کیوں نہ ہو جائے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ جو کام آپ کے لیے دلچسپ ہیں وہی آپ کا پیشہ بھی ہوں۔

حالات رماحول: انسان کا ماحول اس کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے یہی ماحول پیشے کے انتخاب میں آپ کے فیصلے کو بھی متاثر کر سکتا ہے، آپ کی جدو جہد کا رخ متعین کر سکتا ہے جیسے ایک کم وسائل رکھنے والے نوجوان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے والد کا ہاتھ بٹانے کے لیے دسویں جماعت کے بعد ملازمت کرے۔ یہ نوجوان اپنے خاندان کے حالات کے پیشِ نظر دسویں جماعت کے بعد ملازمت کر سکتا ہے اور شام کے کالج میں یا کسی اوپن یونیورسٹی کے ذریعے اپنی تعلیم جاری رکھ سکتا ہے۔ حالات مشکل ہوں یا آسان ان کو زندگی کی حقیقت سمجھ کر قبول کرنا چاہیے اور انہیں حالات میں اپنا راستہ تلاش کرنا چاہیے۔

☆☆☆

کنجوسی کی نحوست

خالد کا تعلق ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تھا لیکن اس کا چچا بہت ہی کنجوس تھا اور تنگی کی زندگی جیتا تھا۔ بس یہی وہ بات تھی جس کے باعث لوگ اسے پسند نہیں کرتے تھے اور نہ کوئی عزت دیتے تھے۔ اس کی کوشش ہوتی تھی کہ جو کچھ اس کے پاس ہو اسے اشرفیوں میں تبدیل کرالے وہ اشرفیوں کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھنا پسند کرتا تھا۔ ایک دن اس نے وہ ساری اشرفیاں اپنے باغ میں دفن کر دیں۔ اب ہر روز وہ باغ میں جاتا، اشرفیوں کو زمین سے نکالتا، ایک ایک کر کے انھیں گنتا اور پھر واپس وہیں زمین میں گاڑ دیتا تھا۔

ایک دن جب وہ باغ میں گیا تو اسے اشرفیاں نہیں ملیں یقیناً کسی نے چوری کر لی ہوں گی۔ اب وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا اور اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ جب خالد کو اس حادثے کی خبر ہوئی تو وہ اپنے کنجوس چچا سے ملنے کے لیے گیا اور کہا: جو پیسے چلے گئے چلے گئے ان پر آنسو بہانے سے کوئی فائدہ نہیں وہ آپ کے نہیں تھے۔ اگر وہ آپ کے ہوتے تو آپ انھیں باغ میں لے جا کر کبھی زیرِ زمین دفن نہیں کرتے بلکہ اپنے مفید کاموں میں اسے استعمال کرتے اس سے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتے اور عوام وخواص میں عزت کماتے۔

پیارے بچو! کنجوسی کتنی بری چیز ہے اس کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اللہ کی پناہ چاہی ہے نیز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں: کنجوس اللہ سے دور ہوتا ہے، جنت سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے (اور) جہنم سے قریب ہوتا ہے۔

☆☆☆

ان باتوں پر عمل کرو

(۱) اللہ پر توکل کرنے والا دونوں جہاں میں سر بلند رہتا ہے

(۲) مسلمان وہی ہے جو اللہ و رسول کا فرماں بردار ہے۔

(۳) قابلِ قدر وہ ہے جس کا لباس خستہ اور سینہ علم سے معمور ہے۔

(۴) جس کی نظر مقصد پر ہوگی کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

(۵) توکل ہی تو "کل" ہے۔ (حافظ ملت)

(۶) مصیبت ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اپنے اور پرائے پہچانے جاتے ہیں۔

(۷) عقل مند وہ ہے جو کم بولے

(۸) جہاں علم کی روشنی ہو وہاں جہالت کا اندھیرا کبھی نہیں آ سکتا۔

(۹) مایوسی سے مت گھبراؤ کیوں کہ ستارے اندھیرے ہی میں چمکتے ہیں۔

(۱۰) جو بات حکمت سے خالی ہو وہ آفت، جو خاموشی سے خالی ہو وہ غفلت اور جو نظر سے خالی ہو وہ ذلت ہے۔

محمد کفیل نوری۔ (متعلم الجامعۃ الغوثیہ نجم العلوم، ممبئی)

﴿........﴾

سخن فہمی

''تقلید'' اور پروفیسر مسعود احمد مجددی

از: صادق رضا مصباحی

پروفیسر مسعود احمد مجددی کو میں نے کبھی نہیں دیکھا مگر میں انہیں جانتا ہوں اور حق یہ ہے کہ اچھی طرح سے جانتا ہوں ان کی کتابوں کے ذریعے جانتا ہوں ان کے مقالات کے ذریعے جانتا ہوں ان کے فکر وفن کے حوالے سے جانتا ہوں اور ان کے اسلوبِ نگارش کی ساخت کے حوالے سے جانتا ہوں۔ میں نے ان کی ساری کتابیں تو نہیں پڑھیں مگر جتنی بھی پڑھی ہیں ان سے ان کی عظمت کے نقوش روشن سے روشن تر ہوتے چلے گئے ہیں۔ پروفیسر مسعود اب علیہ الرحمہ ہو چکے ہیں وہ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ اب بھی زندہ ہیں وہ لائبریریوں میں زندہ ہیں فکروں میں زندہ ہیں ذہنوں میں زندہ ہیں دلوں میں زندہ ہیں کتابوں میں زندہ ہیں رسائل واخبارات میں زندہ ہیں سیمیناروں میں زندہ ہیں گفتگوؤں میں زندہ ہیں تقریروں میں زندہ ہیں۔ وہ چھُپ تو گئے ہیں مگر لگا تار چھپ رہے ہیں۔ وہ سو تو گئے ہیں مگر ان کی قلمی سوغات جاگ رہی ہے اور نہ صرف یہ کہ جاگ رہی ہے بلکہ دوسروں کو بھی جگا رہی ہے انہیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کر رہی ہے ان سے کچھ کہنا چاہتی ہے انہیں کچھ بتانا چاہتی ہے انہیں کچھ سکھانا چاہتی ہے۔ وہ سو تو زمین کے نیچے رہے ہیں مگر زمین کے اوپر ان کے خیالات، نظریات، ارشادات، ہدایات، معمولات اور فکریات کے لفظی پیکر چل پھر رہے ہیں دماغ کی وادیوں میں ادھر سے ادھر دوڑتے پھر رہے ہیں اور غیر اسلامی نظریات کا تعاقب کر رہے ہیں۔ ان کے افکار کی معنوی لے اتنی بلند ہے کہ اردو قارئین کا ایک بڑا طبقہ اس کے گرد اکٹھا ہو گیا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ جب تک اردو زندہ رہے گی اور انصاف ودیانت کا پلڑا بھاری رہے گا اس وقت تک پروفیسر مسعود احمد مجددی کے خیالات قارئین کو جھنجھوڑتے رہیں گے۔

انہوں نے درجنوں کتابیں لکھیں اور ہر ایک کتاب اپنی جگہ ایک مکمل شناخت اور معتبر حوالہ ہے۔ انہوں نے صرف روایتی موضوعات پر نہیں لکھا نئے افکار سمیٹے، نئے آفاق تلاش کیے، نئی زمین چنی اور نئے خیالات تراشے غرض باذوق قاری کی مدارات کا خاصا اہتمام کیا۔ جس موضوع کو ہاتھ لگایا اس کا حق ادا کر دیا اور تشنگی دور کھڑی آنسو بہاتی رہی۔ کسی مفکر نے کہا ہے کہ اگر کسی موضوع پر لکھنا ہو تو ایسا لکھو کہ اس موضوع کا نام ذہن میں آتے ہی اس شخص کا نام ذہن میں آجائے جس نے اس موضوع پر لکھا ہے۔ اس خیال کی روشنی میں میرا یہ کہنا صدفی صد درست ہے کہ پروفیسر مسعود نے جو کچھ لکھا ہے اور جتنا لکھا ہے آئندہ اس موضوع پر لکھنے والے کے لیے ان سے صرفِ نظر کرنا مشکل ہے۔ اس مفکرانہ قول کے سیاق میں ''تقلید'' کا اگر جائزہ لیا جائے تو قارئین میری اس بات پر ایمان لائے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ ۸۰/صفحات کی اس کتاب میں پروفیسر مسعود احمد صاحب قبلہ نے غیر مقلدین کا اتنی خوب صورتی سے رد فرمایا ہے کہ طبیعت واہ واہ کر اٹھتی ہے۔ ان کی ایک خوبی جو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی گفتگو کو عقل ونقل کا مرکب بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے قاری بالخصوص جانب دار قاری کو عقل ونقل کے حصار میں اس طرح باندھ دیا ہے کہ اسے راہِ فرار نظر نہیں آتی۔

میرا ماننا ہے کہ کتابیں ایسی لکھی جانی چاہیے کہ وہ خود بول دیں کہ ہمیں پڑھو۔ پروفیسر موصوف کی بشمول دیگر کتابوں کے ''تقلید'' بھی ایک ایسی ہی کتاب ہے اگر کوئی اس کا معروضی مطالعہ کرے تو حقائق کے اجالے خود ہی اس کے ذہن وفکر کو روشن کر دیں گے اور اس کی فکری آلائشوں کا عفریت ان کی تحریر کے جادو سے خود بخود بھاگ کھڑا ہوگا۔ ''تقلید'' کو دس ابواب کے تحت اس طرح باندھا گیا ہے کہ غیر تقلیدی ذہن کا کس بل نکل کر رہ گیا ہے۔ ابواب کی یہ جھلکیاں آپ بھی دیکھ لیں۔ ۱۔تقلید: ایک فطری ضرورت، ۲۔قرآن وحدیث کی اہمیت، ۳۔حکمت وفقاہت: قرآن حکیم کی روشنی میں، ۴۔تقلید: قرآن کی روشنی میں، ۵۔امام ابوحنیفہ: حیات وخدمات، ۶۔امام ابوحنیفہ: قرآن وحدیث کی روشنی میں، ۷۔امام ابوحنیفہ: متقدمین ومتاخرین کی نظر میں، ۸۔دنیائے اسلام میں حنفیت کی مقبولیت، ۹۔غیر مقلدین: تاریخ کے آئینے میں، ۱۰۔عالمی سازش اور وقت کا تقاضا۔ (بقیہ: ص: ۱۰۱ پر)

دینی، علمی، مذہبی اور دعوتی سرگرمیاں

از: ادارہ

مجلس علماے نجمیین کی دوسری سالانہ میٹنگ

''مجلس علمائے نجمیین''، سُنّی دعوتِ اسلامی کے تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے والے علما وحفاظ کی کمیٹی ہے جس کی تشکیل ۴/اپریل ۲۰۱۰ء کو منعقدہ پہلی میٹنگ میں ہوئی۔ اس کے قیام کا مقصد تحریک کے اداروں سے فارغ ہونے والے حفاظ، قرا اور علما کو آپس میں مربوط کرنا، ان کے معاملات ومطالبات مرکز تک اور مرکز سے جاری ہونے والے احکام ان تک پہنچانا، ان سے مسلسل رابطے میں رہ کر ان کے اور تحریک ومرکز کے درمیان خلا پیدا نہ ہونے دینا اور اگر کسی وجہ سے ہوگیا ہے تو اس کا ازالہ کرنا، جو حضرات تحریک کے اداروں میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں انہیں بہتر تعلیم وتربیت پر ابھارنا، انہیں تصنیف وتالیف، ترجمہ وتحشیہ، تخریج وتحقیق، علمی وفکری کاموں پر ابھارنا اور ان کاموں کے لیے راہیں ہموار کرنا، جو معاشی اعتبار سے کمزور ہیں ان کی حتی المقدور مدد کرنا، ہر ایک کی خدمات کا جائزہ لینا، ان سے ان کی کارکردگی کی رپورٹ طلب کر کے کام کو مزید مستحکم بنانے کے لیے لائحۂ عمل تیار کرنا اور اسے عملی جامہ پہنانا اور ہر سال ایک میٹنگ منعقد کر کے سال گزشتہ میں کیے گئے کاموں کا تجزیہ اور آئندہ کے لیے منصوبہ بندی کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ چنانچہ انہیں باتوں کے پیش نظر ۲۸/اپریل ۲۰۱۱ء کو کچھی میمن جماعت خانہ ممبئی میں مجلس کی دوسری سالانہ میٹنگ امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد شاکر نوری صاحب کی سرپرستی میں منعقد ہوئی اور مذکورہ مقاصد کے تحت غور وخوض ہوا، مشورے طلب کیے گئے، مشکلات ومسائل سنے گئے اور ان کے حل کے لیے تجاویز رکھی گئیں۔

میٹنگ کی تفصیل

پہلی نشست (اساتذۂ جامعہ غوثیہ و متعلقین مجلس کے مابین):

پہلی نشست مرکزی ادارہ جامعہ غوثیہ نجم العلوم کے اساتذہ و متعلقین مجلس کے مابین ہوئی جس میں اساتذہ نے اپنی نصیحتوں اور مشوروں سے نوازا۔ اس سیشن کی نظامت مجلس کے خازن الحاج مولانا محمد افضل برکاتی نجمی نے کی۔ صبح تقریباً ساڑھے نو بجے ''جمعیۃ القراء'' کے صدر حافظ وقاری ریاض الدین اشرفی نجمی کی تلاوتِ قرآن سے اس سیشن کا آغاز ہوا بعدہ مولانا سید توفیق نجمی نے بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ عقیدت پیش فرمایا۔ پھر صدر المدرسین حضرت مولانا افتخار اللہ مصباحی مدظلہ العالی نے ''تحریک کے اداروں کے فارغین کی خصوصیات کیا ہونی چاہئیں؟'' کے عنوان سے جامع گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ''تحریک کے اداروں کے فارغین میں علم، اخلاص، اخلاقِ حسنہ، صبر وتحمل، تقوی و پرہیزگاری، عیب پوشی، جھوٹ، کینہ، حسد اور تکبر سے دوری، علما کی تعظیم وتوقیر، سینیئر مبلغین کی عزت افزائی اور جونیئر مبلغین کی حوصلہ افزائی کا جذبہ اور اسلام کے علاوہ دیگر ادیان کے تعلق سے معلومات ہونی چاہیے''۔

پھر حضرت مولانا مظہر حسین علیمی صاحب نے ''اسلام کی ترویج و اشاعت میں میڈیا کا کردار'' کے عنوان سے خطاب فرمایا اور متعلقین مجلس سے اپیل کی کہ اپنے علمی وفکری مضامین زیادہ سے زیادہ اخبارات وجرائد میں اشاعت کے لیے بھیجا کریں اس کی بنیاد پر میڈیا سے آپ کا تعلق مضبوط ہوگا۔ نعت شریف کے بعد جامعہ غوثیہ نجم العلوم کے شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی زبیر احمد برکاتی مصباحی مدظلہ العالی کا ''نو فارغ علما سے ہونے والی خطائیں اور ان کے ازالے کی ممکنہ صورتیں'' کے عنوان سے پر مغز خطاب ہوا۔ آپ نے کچھ خامیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی اصلاح کے طریقے بیان فرمائے۔ اس سیشن کی قیادت جامعہ غوثیہ نجم العلوم کے اساتذہ نے فرمائی۔

دوسری نشست (متعلقین مجلس کی آپسی گفتگو):

دوسری نشست متعلقین مجلس کے مابین ہوئی جس میں ذاتی مسائل پر گفتگو ہوئی، ماضی کا تجزیہ کیا گیا، مستقبل کے لیے منصوبے بنائے گئے، متعلقین ومعاونین کی بارگاہوں میں ہدیۂ تشکر پیش کیا گیا اور تحریک ومجلس کے تعلق سے سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ نعت پاک کے بعد **مجلس علمائے نجمیین** کے صدر مولانا سید عمران صاحب قادری نجمی (صدر المدرسین جامعہ حرا نجم العلوم، مہاپولی) نے شرکاے میٹنگ کا خیر مقدم کرتے ہوئے جماعت اسلامی کی تنظیم .S.I.O، اہل حدیث کی تنظیم

I.R.F. اور تبلیغی جماعت کے بڑھتے ہوئے فتنے کی جانب متعلقین مجلس کی توجہ مبذول کرائی اور ان گمراہ کن تنظیموں کے فتنے سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھنے کے لیے تحریک کے اداروں سے فارغ اور متعلقین مجلس (علما) کی ذمے داریوں کی یاددہانی کرائی۔ موصوف نے مجلس کے حوالے سے دو اہم و بنیادی باتیں پیش کیں اول یہ کہ ہماری مجلس تحریک (سنی دعوت اسلامی) کی معاون مجلس ہے اور دوم یہ کہ کسی بھی معاملے میں ہمارے لیے ہمارے امیر کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا۔ بعدہ انہوں نے پچھلی میٹنگ میں دیے گئے بارہ نکاتی پروگرام کا عملی تجزیہ پیش کیا اور حاضرین سے اپیل کی کہ مستقبل میں متعلقین مجلس بارہ نکاتی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی ہر ممکن جدوجہد کریں۔

مجلس کے سکریٹری جنرل مولانا عبداللہ اعظمی نجمی (جامعہ حرا نجم العلوم، مہاپولی) نے پوری دنیا میں جہاں کہیں بھی نجمی علما موجود ہیں ان تمام کو حسب ذیل تیرہ حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصے سے متعلق ساتھیوں کے اسمائے گرامی ذکر کیے۔ (۱) سرپرست حضرات (اس میں اولین فارغین شامل ہیں) (۲) ہفت رکنی مجلس عاملہ (اس میں صدر، نائب صدر، جنرل سکریٹری، جوائنٹ سکریٹری، ۲/خازن اور ایک رابطہ کار ہیں) (۳) مرکز سے متعلق (۴) ممبئی کے جنوبی علاقوں سے متعلق (۵) ممبئی کے شمالی علاقوں سے متعلق (۶) تھانے اور پونے ضلع سے متعلق (۷) پربھنی اور سانگلی ضلع سے متعلق (۸) گجرات سے متعلق (۹) کرناٹک سے متعلق (۱۰) راجستھان سے متعلق (۱۱) کیرلا و آندھرا پردیش سے متعلق (۱۲) یوپی و بہار سے متعلق (۱۳) بیرونِ ہند سے متعلق۔

مولانا نے فرمایا ''نجمی علما کے علاوہ جو نجمی حفاظ اور غیر نجمی علما شریک میٹنگ ہیں مستقبل میں ان کی کارکردگیوں کو دیکھنے کے بعد انہیں بھی علاقائی ساتھیوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا اور جس علاقے میں جس کی کارکردگی بہتر ہوگی اسے متعلقہ علاقے کا ذمہ دار ٹھہرا دیا جائے گا تا کہ کام منظّم ہو جائے اور اس میں مزید پختگی آجائے''۔

تصنیف و تالیف، ترجمہ و تحشیہ، تخریج و تحقیق، مضمون و تبصرہ نگاری وغیرہ کے کاموں کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ''ہمارا یہ بھی منصوبہ ہے کہ جن ساتھیوں کو تحریر میں دل چسپی ہے ہم انہیں عناوین دے کر ان کے مسودے حاصل کریں گے، اصلاح و نظر ثانی کے لیے ایک ٹیم تشکیل دیں گے اور اس کے بعد طباعتی و اشاعتی مراحل سے گزار کر ان کی کاوشوں کو عوام و خواص میں متعارف کرائیں گے''۔

تیسری نشست (امیر محترم و متعلقین مجلس کے مابین):

تیسری نشست حضرت امیر سنی دعوتِ اسلامی اور متعلقین مجلس کے مابین ہوئی۔ اس نشست میں آپ نے متعلقین مجلس کی جانب سے پیش کیے جانے والے چند قابلِ غور مسائل پر گفتگو فرمائی اور ہر ممکن تعاون کا وعدہ فرمایا، دس نکاتی پروگرام پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اپنی مفید نصیحتوں اور قیمتی مشوروں سے نوازا۔ بعد نماز عصر آپ نے شرکائے میٹنگ کی جانب سے کیے جانے والے کئی سوالات کے تشفی بخش جوابات عنایت فرمائے۔ نماز مغرب کے بعد پھر سوالات و جوابات کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔

سوالات کی ایک طویل فہرست تھی جن کے اطمینان بخش جوابات حضرت امیر سُنّی دعوتِ اسلامی ہی دے سکتے تھے۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو دس نکاتی پروگرام پر گفتگو ہوئی۔ حضرت نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور شرکائے میٹنگ کو اجتماعات و دروس کا اہتمام کرنے، پُرخلوص تدریسی خدمات کا التزام کرنے، باہمی رابطہ مضبوط کرنے، مجلس کا مالی تعاون کرنے، تحریک کا تشخص برقرار رکھنے، تحریک کے نظام کو مضبوط کرنے، باہمی تعاون کرنے، اوراد و وظائف کی عادت بنانے، علما و رؤسا کو مجلس سے قریب کرنے اور مبلغین کا احترام و اعزاز کرنے کی نصیحت و تاکید فرمائی۔ آپ نے ''عصر حاضر میں نائبین رسول کی ذمے داریاں اور خارجی و داخلی فتنے'' کے عنوان سے سحر انگیز خطاب بھی فرمایا اور علما کی حیثیت، عالمِ دین کی ذمے داریاں، علم اور دعوت دین کی راہ میں کس کس قسم کی رکاوٹیں آتی ہیں نیز ان کا مقابلہ کس طور پر کیا جائے، ان ساری باتوں پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔

صلاۃ و سلام اور حضرت امیر سُنّی دعوتِ اسلامی کی دعاؤں پر میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔ اخیر میں حضور امیر سنی دعوتِ اسلامی نے مجلس علمائے نجمیین کے ذریعہ تحریک کو تقویت پہنچانے کے لیے مجلس کی جانب سے مرتب کردہ ''دس نکاتی پروگرام''، اہم رابطہ نمبر اور تحفے تقسیم فرمائے۔ جو متعلقین مجلس دور سے تشریف لائے تھے ان کے اخراجاتِ سفر کی ادائیگی بھی کی گئی۔ تمام شرکا ایک نیا عزم و حوصلہ لیے اپنے اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ پورا پروگرام انٹرنیٹ کے ذریعہ آن لائن (Online) نشر کیا گیا جسے بیرون ممالک میں موجود متعلقین مجلس نے بھی سماعت کیا۔ اس میٹنگ میں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے پچاس سے زائد نجمی علما، حفاظ و قرا شریک ہوئے جب کہ بہت سارے علما و حفاظ کسی مجبوری کے تحت شریک نہ ہو سکے۔

مستقبل کے منصوبے:

☆ مجلس کے ذریعے تحریک کے اداروں کے مدرسین کے درمیان مضبوط ربط پیدا کرنا تا کہ سارے اداروں میں تعلیم و تربیت اور نظم و ضبط بہتر اور یکساں ہو جائے۔ ☆ تحریک کے سارے تعلیمی اداروں خصوصًا مدارس و

جامعات میں وقتاً فوقتاً حالات حاضرہ اور عصر حاضر کے تقاضوں کے اعتبار سے اصلاحات لانا۔ ☆تحریک کے تعلیمی اداروں کے مدرسین و مدرسات کو معاشی اعتبار سے مضبوط کرنا۔ ☆طلبہ و طالبات کے اذہان کے لحاظ سے نصاب تعلیم اور طریقۂ تدریس کو اپ ڈیٹ (Update) کرنا۔ ☆تحریک کے تعلیمی اداروں میں مقیم طلبہ کو زیادہ سے زیادہ سہولیات مہیا کرانا۔ ☆متعلقین مجلس کے لیے مناسب جگہیں مہیا کر کے ان کی خدمات حاصل کرنا۔ ☆تحریک کے اداروں میں تعلیمی ماحول کو ترقی دینے کے لیے منظّم امتحانات اور انعامات کے سلسلے جاری کرنا۔ ☆طلبہ کے اندر مضمر صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے محادثے، مناظرے اور تقریری، تحریری و نعتیہ مقابلے منعقد کرنا اور انعامات کا اہتمام کرنا۔ ☆تحریکی اداروں میں انگریزی، ریاضی، سائنس، جنرل نالج اور کمپیوٹر کی باقاعدہ تعلیم کی راہیں ہموار کرنا۔ ☆ملک و بیرون ملک میں قائد تحریک کے منشا کے مطابق تعلیمی اداروں کے قیام کی راہیں ہموار کرنا وغیرہا۔(**رپورٹ** : محمد خالد رضا نجمی)

سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام طیبہ اسلامک سمر کلاسیز

ہر سال کی طرح امسال بھی سنی دعوت اسلامی کی جانب سے ممبئی اور مضافات ممبئی میں اسکول اور کالجز کے طلبہ و طالبات کے لیے گرمیوں کی چھٹیوں میں طیبہ اسلامک سمر کلاسیز کا اہتمام کیا گیا۔ان کلاسز میں طلبہ و طالبات کو بنیادی دینی تعلیم سے روشناس کرایا جاتا ہے۔اس کا کورس ایک مہینے کا ہوتا ہے ان طلبہ و طالبات کو سنی دعوت اسلامی کے شعبۂ نشر و اشاعت ''ادارہ معارفِ اسلامی'' سے شائع کی گئی نصابی کتاب ''اسلامیات'' سے مہینے بھر درس دیا جاتا ہے۔ ہر سال کی طرح امسال بھی طلبہ و طالبات نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔اس سال طلبہ و طالبات کی کل تعداد ۲۰۰۰ کے قریب تھی اور تقریباً ۴۰ر معلمین کو اس لیے مقرر کیا گیا تھا۔ان کلاسیز کو ممبئی اور مضافات میں تقریباً ۴۰ جگہوں پر منعقد کیا گیا تھا۔کورس کے اختتام پر تمام طلبہ و طالبات کا زبانی اور تحریری امتحان بھی لیا گیا اور اچھے نمبروں سے کامیاب ہونے والے طلبہ کو سنی دعوت اسلامی کے عالمی مرکز ''اسمٰعیل حبیب مسجد'' میں سنیچر کے روز ہونے والے ہفتہ واری سنی اجتماع میں الحاج قاری رضوان خان صاحب پرنسپل ہاشمیہ ہائی اسکول کے ہاتھوں انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔جن علاقوں میں طیبہ اسلامک سمر کلاسیز کا انعقاد کیا گیا اُن کے نام اس طرح ہیں: بھنڈی بازار، ناگپاڑہ، سائن، کرلا، گھاٹ کوپر، وکرولی، بھانڈوپ، تھانہ، ممبرا، اندھیری، جوگیشوری، وسئی، نوی ممبئی، مانخورد، گوونڈی، وڈالا وغیرہ۔(**رپورٹ**: محمد جاوید مبلغ سنی دعوتِ اسلامی)

بلیک برن (برطانیہ) میں سنی دعوت اسلامی کے اجتماعات

۲۳مئی بروز پیر مسجدِ غوثیہ، چیسٹر سٹریٹ بلیک برن میں ایک عظیم الشان محفلِ نعت کا انعقاد ہوا حافظ و قاری راشد صاحب نے تلاوتِ قرآنِ پاک سے آغاز فرمایا۔حضرت علامہ حافظ و قاری تصدق صاحب نے نقابت کی ذمے داری نبھائی ۔مُبلغِ سُنی دعوتِ اسلامی حافظ سلیم نوری (Canada) نے شرکاے محفل کو نیکی کی رغبت دلائی ۔محفل کے مہمانِ حصوصی مُبلغ سُنی دعوتِ اسلامی بُلبلِ باغِ مدینہ الحاج قاری محمد رضوان صاحب نے نعتِ رسول ﷺ کے نور سے تمام شہروں سے آئے حاضرین محفل کے دِلوں کو منور فرمایا۔اِجتماع کا اختتام ذکرِ الٰہی، صلاۃ وسلام اور دعا پر ہوا۔

۲۵رمئی بروز بُدھ محفلِ نعت کا منفرد انداز میں اہتمام کیا گیا۔ شامِ نعت کے اس اجتماع کا انعقاد بلیک برن شہر کے ایک مشہور ماہدہ ریسٹورنٹ میں کیا گیا۔اس محفل کا خاص مقصد ان نوجوانوں کو دین سے قریب لانا تھا جو مساجد سے دور ہیں اور ساتھ ہی پریسٹن میں ہونے والے سالانہ اجتماع کی اُنھیں دعوت بھی دینا تھا۔اس محفل میں حضرت علامہ ارشد مصباحی (Manchester) اور مُبلغِ سُنی دعوتِ اسلامی حافظ سلیم نوری (Canada نے نوجوانوں سے خطاب فرمایا۔آخر میں مہمانِ خصوصی بُلبلِ باغِ مدینہ الحاج قاری محمد رضوان صاحب نے اپنے انوکھے انداز میں نعت پاک اور فرامینِ رسول ﷺ سے حاضرین کے قلوب کو عشقِ رسول ﷺ سے مزین فرمایا۔

مسجدِ رضا اور سُنی دعوت اسلامی بلیک برن کے زیر اہتمام ۲رجون بروز بُدھ مسجدِ رضا بلیک برن میں عظیم الشان اِجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ اجتماع کا آغاز بعد نمازِ عصر تلاوتِ قرآنِ مجید سے ہوا۔تلاوت کے بعد الحاج قاری محمد رضوان صاحب نے اپنے اچھوتے انداز میں حضورِ پُر نور ﷺ کی بارگاہ میں نعتوں کا نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔حضرت علامہ عقیل جلالی نے مختصر وقت میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اخیر میں اجتماع کے مہمانِ خصوصی امیرِ سُنی دعوتِ اسلامی عطائے حضور مُفتی اِعظم علامہ مولانا حافظ و قاری محمد شاکر علی نُوری نے خطاب فرمایا۔قرآنی آیتوں، احادیثِ نبّویہ اور واقعات اسلاف کی روشنی میں امیرِ سُنی دعوت اسلامی نے رحم دِل ہونے کی اہمیت کو اُجاگر کیا اور ساتھ ہی عفو و درگزر کی ترغیب دلائی ۔اِجتماع کا اختتام صلاۃ واسلام اور امیرِ سُنی دعوت اسلامی کی دعاؤں پر ہوا۔(**رپورٹ**: ریاض شاہد خان، بلیک برن)

......

منظومات

از:ادارہ

یہ فیض ہے حافظ ملت کا

روشن ہے اندھیروں کا چہرہ۔ یہ فیض ہے حافظ ملت کا
سورج کی طرح جگنو چمکا ۔یہ فیض ہے حافظ ملت کا

ہاتھوں کو ملا تحریر کا فن ۔ہر دل کو محبت کی دھڑکن
گونگوں کو ملا ہے نطق کا دھن۔ بہروں کو سماعت کا درپن
اندھوں کو ملی قرآنی ضیا۔ یہ فیض ہے حافظ ملت کا

جو اونچ نیچ میں کھوئے تھے ان کو رستہ ہموار ملا
جو گم تھے حسد اور نفرت میں ان کو صالح کردار ملا
اک ساتھ ہوئے سب شاہ وگدا۔ یہ فیض ہے حافظ ملت کا

جو جہل کے صحرا میں تھے انہیں ہر علم کا گلشن سونپ دیا
جو کفر کی کھائی میں تھے انہیں سرکار کا دامن سونپ دیا
اونچا ہے علم قادریت کا۔ یہ فیض ہے حافظ ملت کا

جو عشق نبی سے دور ہوئے ملّت کے لیے ناسور ہوئے
بس ایک نگاہ لطف پڑی ہر حال میں وہ مسرور ہوئے
جیسا تھا ظرف ویسا پایا۔ یہ فیض ہے حافظ ملت کا

جو کچے مکان کے مالک تھے وہ اب ہیں محل کے شہزادے
دانش گاہوں کی عزت ہیں بھولے بھالے سیدھے سادھے
بھوکا بھوکوں کو کھلانے لگا۔ یہ فیض ہے حافظ ملت کا

ہیں دیس بدیس کے دیوانے ایک شمع ہے لاکھوں پروانے
میخوار جو تھے وہ ہیں ساقی رحمت کے کھلے ہیں میخانے
یہ جمال لطف اشرفیہ۔ یہ فیض ہے حافظ ملت کا

ہر نقش ہنر زرتاب ہوا ہر پیراہن کم خواب ہوا
ہر حسن نظر نایاب ہوا جو ذرّہ تھا وہ مہتاب ہوا
بیکلؔ حسان الہند ہوا۔ یہ فیض ہے حافظ ملت کا

حضرت بیکلؔ اتساھی بلرام پوری

قارئین کے خیالات وتاثرات

از: ادارہ

آہ! میرے مظلوم کی یاد

الحمدللہ جون ۲۰۱۱ء کا ماہنامہ سنی دعوت اسلامی نظر نواز ہوا میں کافی شدت سے اس کا انتظار کرتا ہوں آخر کیوں نہ ہو؟ دعوت وتبلیغ کے حوالے سے یہ ایک منفرد رسالہ جو ہے ماشاءاللہ ٹائٹل سے لے کر مضامین، مضامین سے لے کر منظومات تک سب کچھ قابل ستائش ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور ترقی عطا کرے۔ آمین ثم آمین

اس شمارے میں اداریہ ''حافظ ملت: خدمات، اثرات اور علمی فتوحات'' جو مولانا توفیق احسن برکاتی کے نوک قلم سے صادر ہوا، کافی بہترین اداریہ تھا۔ حضور حافظ ملت کے حوالے سے خدمتِ اسلام کو ایک پر جوش انداز میں اجاگر کیا ہے اور مولانا نے حضور حافظ ملت کی حیات کے جن جن گوشوں پر روشنی ڈالی ہے وہ واقعی لائق مطالعہ ہیں لیکن مولانا نے ص/۷ پر ایک ایسی بات تحریر کر ڈالی جس نے میرے دماغ میں کچھ کھٹک پیدا کر دی۔ وہ لکھتے ہیں:

''حضور حافظ ملت نے ۱۹۵۹ء میں سنی دارالاشاعت قائم فرمایا جس کے تحت فتاوی رضویہ: جلد سوم تا جلد ہشتم کی طباعت واشاعت کا عظیم کارنامہ انجام دیا جا چکا ہے''۔

جبکہ حضرت علامہ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ کی حیات کا مطالعہ یہ کہتا ہے کہ یہ ان کا کارنامہ ہے، اور اتنا مشہور کارنامہ ہے کہ جب بھی علامہ بلیاوی علیہ الرحمہ کا نام لیا جاتا ہے تو الجامعۃ الاشرفیہ کے ساتھ ساتھ سنی دارالاشاعت کا تصور بھی ذہن میں آئے بغیر نہیں رہتا۔ مولانا قمرالحسن صاحب بستوی اپنی کتاب ''تذکرۂ مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ کے بے شمار کارناموں میں سے ایک کارنامہ سنی دارالاشاعت کا قیام بھی ہے جس کی بنیاد ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں رکھی گئی جس کے بانی اور روح رواں حضرت موصوف علیہ الرحمہ والرضوان ہی تھے۔ اس کے قیام کا ایک بنیادی اور اہم مقصد امامِ زمن سیدی اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیر مطبوعہ تصانیف کو عموماً اور فتاوی رضویہ کو خصوصاً طبع کرانا تھا جس کے لیے آپ نے ہر ہر پریشانی اور مصیبت لینا گوارہ کر لیا تھا۔ (ص: ۵۹)

اس ''سنی دارالاشاعت'' کے بانی حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ ہی تھے یہ اور بات ہے کہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے سرپرستی فرمائی ہو۔ ہاں مطالعے کے بعد اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جب حافظ جی علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا تو سنی دارالاشاعت کا یہ حال ہو گیا تھا کہ جیسے اجڑا چمن۔ کوئی اس کی طرف توجہ دینے والا نہیں تھا تو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے دوبارہ اس کو ایک نئی زندگی دینے کی کوشش کی تھی۔ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

مولانا عبدالرؤف صاحب بھی اٹھ گئے، اقربا نے رو دھو کر صبر کر لیا، دوست احباب، متعلقین وہم جنس فاتحۂ خیر سے فرصت وفراغ پا کر اپنے اپنے مشغلوں میں مصروف ہو گئے۔ حد یہ کہ دارالعلوم اشرفیہ، مولانا جس کے لیے ریڑھ کی ہڈی تھے مولانا کی خالی جگہ کی پرواہ کیے بغیر برابر آگے بڑھتا رہا لیکن ایک سنی دارالاشاعت کی بے غور وکفن لاش البتہ پڑی رہی۔ ان کے جسم کو لوگوں نے دفن کر دیا لیکن یہ ادارہ جو ان کی روحانیت کا روپ تھا اس کی طرف توجہ نہ ہو سکی حالاں کہ یہ وہ ادارہ تھا جس کے لیے مولانا نے خود کو فنا کر دیا تھا آخر اسی کو خیال آیا جو زندگی میں بھی مولانا کا سب سے زیادہ قریب تھا ان کے جسم وجان بلکہ دین وایمان کے بعد سارے جہاں سے قریب یعنی آقائے نعمت حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ۔ آپ نے مولانا محمد شفیع صاحب اور مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب کو اس کام پر مامور فرما دیا اور ان لوگوں نے حساب وکتاب کر کے گاڑی کو ایک رخ پر لگا دیا۔ (ص: ۷۵و۷۶)

مگر آج سنی دارالاشاعت کا اتہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے؟ سننے اور پڑھنے میں آیا ہے کہ مبارک پور میں ہی کسی جگہ اس کا قیام ہوا تھا لیکن نہ معلوم کہاں ہے؟۔ اس قلق کا اظہار کرتے ہوئے مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

اسی لیے اہل وعیال، عزیز واقربا، حلقۂ احباب اور عام متعلقین، علما ومدرسین، طلبہ ومعتقدین کے ساتھ ساتھ مختلف ادارے اور انجمنیں

جیسے انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ، دارالعلوم اشرفیہ اور ہندوستان کے بے شمار مدارس اور تنظیموں نے اس سانحے پر اپنے دلی دکھ کا اظہار کیا اور ایصالِ ثواب کی مجلسیں قائم کیں لیکن ان تمام سوگواروں کی بھیڑ میں ایک اور ادارہ بھی تھا جو کچھ نہ کر سکا حالاں کہ مولانا اس کے سب کچھ تھے اور وہ مولانا کا سب کچھ۔ میری مراد سنی دارالاشاعت مبارکپور سے ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ جن جن سے مولانا کا تعلق تھا ادارہ ہو کہ انجمیں، مدرسہ ہو کہ شخصیتیں، ان کا علیحدہ اپنا وجود بھی تھا اور سنی دارالاشاعت کو مولانا سے الگ کر کے سوچا ہی نہیں جا سکتا اس لیے مولانا کے بعد سنی دارالاشاعت خود بھی مر گیا۔ (ص:۴۷)

اس بات کا حزن وملال تو ہم کو بھی ہوا کہ آخر اس سنی دارالاشاعت کو باقی ہونا چاہیے تھا لیکن اس سے زیادہ غم اس بات پر ہوا کہ وہ جو خوشی اور غم کے دو ساتھی تھے جن میں سے ایک کے وصال پر دوسرے نے اپنے بڑھاپے اور کمزوری کا احساس کر لیا۔ اب ان دونوں کو ان کا برابر کا حق کیوں نہ دیا گیا؟ الجامعۃ الاشرفیہ میں جھانک جھانک کر دیکھنے کے بعد بھی ان (علامہ عبدالرؤف بلیاوی) کی کوئی نشانی موجود کیوں نہیں ہے؟ اور آج ہم سنیوں کا سر فخر سے اونچا جس عظیم ہستی نے کیا اور فرقِ باطلہ کے سامنے فتاوی رضویہ کو دنداں شکن جواب بنا کر پیش کیا اس کو جماعتِ رضویت نے کیوں بھلا دیا؟ حال تو یہ ہے کہ قدیم فتاوی رضویہ میں تو کہیں ان کا نام مل بھی جاتا ہے لیکن جدید میں تو سرے ہی سے غائب ہے۔ آج ضرورت ہے اس بات کی کہ اس عظیم محسن کو یاد کیا جائے اور اس عظیم مفکر کو زندہ کیا جائے بلکہ اس عظیم مدبر کی حیات کو نہ صرف عام طلبہ بلکہ میدانِ تحقیق میں اترنے کے خواہش مند فاضلین کے بھی سامنے پیش کیا جائے کیوں کہ ان کی زندگی میں وہ درر نایاب موجود ہیں جو ان کے ہی لیے نہیں بلکہ سب کے لئے مشعل راہ بن سکتے ہیں۔

از: محمد فیضان عزیزی مرادآبادی۔ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

☆☆☆

قرآن صرف تلاوت کے لیے نہیں

ضروری عرض یہ ہے کہ ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی کی چند کاپیاں موصول ہوئیں دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی اور دل مسرور ہوا۔ ماشاء اللہ مضامین کا انتخاب نہایت عمدہ اور لائق صد تحسین ہے۔ سنی دعوت اسلامی کے امیر حضرت مولانا شاکر علی نوری کا مضمون بنام "داعی کا قرآن اور صاحب قرآن سے تعلق ضروری ہے" بڑا عمدہ ہے۔ ضرورت ہے کہ اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ لکھا اور بولا جائے اور عوام کو بتایا جائے کہ نزولِ قرآن کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس کو صرف تلاوت یا حصولِ شفا اور برکت وثواب تک محدود کر دیا جائے۔ امام غزالی حضرت علی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس تلاوت سے کیا نفع جس میں سمجھنے سے واسطہ نہ ہو۔ یاد رکھو کہ اگر تم سوچ سمجھ کر ایک آیت کو رات بھر پڑھتے رہو تو یہ بلا سوچے سمجھے پچاس قرآن ختم کرنے کرنے سے بہتر ہوگا (خطبات غزالی)۔ حضرت علی کے اس فرمان سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنا چاہیے کہ جنھوں نے تلاوتِ قرآن کو صرف اور صرف ثواب اور نیکیاں نیز شفا وبرکات حاصل کرنا ہی مقصد واحد بنا لیا ہے اور رمضان شریف میں قرآن پر قرآن ختم کرتے چلے جاتے ہیں مگر ترجمہ وتفسیر اور معنی ومطالب سے کوئی تعلق اور اس طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے قرآن کا حق ادا کر دیا۔ اگرچہ قرآن میں سب کچھ ہے مگر قرآن کو ترجمہ وتفسیر کے ساتھ پڑھنا سب سے اہم ہے۔

اسی شمارے (مئی ۲۰۱۱ء) میں مولانا توفیق صاحب برکاتی کا مضمون بنام "قضیۂ فلسطین: امریکہ خاموش کیوں ہے؟" صرف ایک مقالہ یا مضمون ہی نہیں بلکہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ میری خواہش ہے کہ مولانا کے اس بیان کو تمام رسائل وجرائد اور سہ ماہی وشش ماہی نیز سالناموں اور روزناموں کو بھیجا جائے تاکہ اس کی کثرت سے اشاعت ہو سکے۔ ہمارے امرا وحکمراں تو امریکہ سے خائف ہو کر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں مگر ایسے نازک حالات میں علمائے کرام کو ہرگز خاموش نہیں بیٹھنا چاہیے اور کم از کم زبان وبیان اور علم وقلم کے ذریعے امریکہ واسرائیل کے خلاف جنگی پیمانے پر تحریک چھیڑنا چاہیے ورنہ ہم ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کے مصداق ہو کر رہ جائیں گے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو
تمہاری داستاں تک نہ رہے گی داستانوں میں

از: عبدالرشید قادری ساکن گلڑیا پوسٹ سکولہ ضلع پیلی بھیت یوپی

☆☆☆

رمضان المبارک میں قرآن فہمی کے لیے چند تجاویز

(۱) اگر آپ تجارت پیشہ ہیں تو کاروباری امور اس طرز پر انجام دیں کہ فہمِ قرآن کے لیے دو وقتوں میں ایک ایک گھنٹہ مخصوص کر لیں اس

کے لیے عصر سے مغرب تک کا وقت موزوں ہے اور بعد ظہر بھی۔

(۲) اگر آپ ملازمت کر رہے ہیں تو افطار کے بعد سے عشا تک کا وقت آپ کے لیے مناسب ہے۔(۳) اگر آپ خاتونِ خانہ ہیں تو فجر اور ظہر کے بعد کا ٹائم آپ کے لیے زیادہ اچھا رہے گا۔

(۴) اگر آپ کالج یا یونیورسٹی کے طالب علم ہیں اور ہاسٹل میں اقامت اختیار کیے ہوئے ہیں تو بعد تراویح درسِ قرآن کی مجلس میں شریک ہو کر یہ کام کر سکتے ہیں اور اگر صرف جز وقتی طور پر کالج یا یونیورسٹی میں کلاس کے وقت حاضری دیتے ہیں تو عصر اور مغرب کے بعد کا وقت بہتر رہے گا۔(۵) اگر آپ مدرسے کے طالب علم ہیں ساتھ ہی حافظِ قرآن ہیں تو مطلوبہ پارہ از بر کر لینے کے بعد خود بھی درس قرآن کی محفل میں دوسروں کو فہمِ قرآن کی طرف راغب کر سکتے ہیں اور اگر آپ حافظِ قرآن نہیں ہیں تو تعطیلِ کلاس میں گاؤں کی مسجد میں با قاعدہ درسِ قرآن دے سکتے ہیں یا کہیں دور کسی بڑے شہر میں چھٹی گزارنے کا پروگرام آپ نے بنایا ہے تو وہاں بھی یہ ماحول بنایا جا سکتا ہے۔شرط یہ ہے کہ آپ کے اندر شوق وجذبہ ہو۔(۶) شہر کی مساجد کے ائمہ حضرات اپنے خطابات میں کسی اہم نکتے کی وضاحت کر سکتے ہیں اور باضابطہ خاص رمضان المبارک کے مہینے میں کسی نماز کے بعد درس قرآن اور درس حدیث وفقہ کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔(۷) تعطیلِ کلاس میں مدارسِ دینیہ کے وہ اساتذۂ کرام جن کے سروں پر چندہ وغیرہ کا کوئی بوجھ نہیں ہے وہ بھی اپنے گاؤں میں متعلقہ شہر میں اس اہم فریضے کی ادائیگی کی کوشش کر سکتے ہیں۔

یہ بات واضح رہے کہ یہ ضرورت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان اور مستند ومعتمد تفاسیر قرآن یا اس موضوع پر علمائے اہل سنت کی تحریر کردہ کتب ورسائل ہی سے پوری کی جائے اور قطعاً کسی بدمذہب دشمن اسلام وننگ اسلام بدنہاد کے غلط سلط ترجمے یا تفسیر کا سہارا نہ لیا جائے۔ہاں ذی ہوش اور باصلاحیت ائمہ کرام اور علمائے ذوی الاحترام دوسروں کے لیے ترجمۂ قرآن میں شامل کی جانے والی خامیوں کی نشان دہی کر کے صحیح اور غلط ترجموں کا تقابلی مطالعہ کر سکتے ہیں۔(**از: توفیق احسن برکاتی مصباحی**)

مسلمان بچیوں کی تعلیم پر خاص توجہ دیں

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تعلیم کے بغیر مسلمان دنیا وآخرت میں سرخروئی حاصل نہیں کر سکتے۔اسلام نے اپنے متبعین پر روز اول سے ہی تعلیم وتعلم کی اہمیت اجاگر کر دیا تھا۔تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان علوم وفنون کے ہتھیار سے لیس تھے آفاق وانفس پر ان کی حکمرانی تھی جوں جوں علم سے اعراض کرتے گئے ذلت ونکبت ان کا مقدر بنتی گئی۔ اسلام نے جہاں مردوں پر حصول علم کو لازم کیا ہے وہیں عورتوں پر بھی علم حاصل کرنا ضروری قرار دیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچیوں کو تعلیم اور حسن ادب سکھانے پر خصوصی بشارتیں سنائی ہیں۔میرے نزدیک اسلام میں دینی وعصری علوم میں کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا ہے دونوں علوم کا سیکھنا ضروری ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلم قائدین نے خواتین اسلام کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کا کوئی بڑا منصوبہ نہیں بنایا جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ انتشار، اختلاف اور زوال کا شکار ہے۔جنوبی ہند کے صوبوں اور اضلاع میں کسی حد تک بچیوں کی تعلیم کا اچھا اور معقول انتظام ہے بھی مگر جب ہم شمالی ہند کے صوبوں مثلاً یوپی، بہار، جھارکھنڈ، راجستھان، ایم پی وغیرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو بڑی مایوسی نظر آتی ہے۔شمالی ہند کے مذکورہ صوبہ جات میں خواتین کی شرح ناخواندگی ۹۵ فیصد سے زائد ہے۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ جہاں مسلم قائدین اور مذہبی رہنما بچوں کی تعلیم پر توجہ دے رہے ہو ہیں خالص بچیوں کی تعلیم کا بھی بھرپور اعلیٰ پیمانے پر دینی وعصری تعلیم کا انتظام کریں۔اس کے بغیر ایک صالح معاشرے کی تشکیل کا خواب دیکھنا میدان میں سراب دیکھنے کی مانند ہے وجہ یہ ہے کہ ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے اگر اس پہلی تربیت گاہ میں اولاد کی صحیح تربیت نہ ہوئی تو یہ اولاد آگے چل کر نا کارہ اور دردِ سر بن سکتی ہے۔معلم کائنات حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں پڑھنے اور لکھنے کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے اسیروں کا فدیہ یہ مقرر فرمایا کہ تم میں سے جو پڑھنا اور لکھنا جانتے ہوں ہم میں سے اتنے افراد کو پڑھنا اور لکھنا سکھا دیں۔بعثت رسول کے وقت مکہ میں صرف سترہ افراد پڑھنا اور لکھنا جانتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت کم وبیش ایک لاکھ پچیس ہزار صحابہ کرام کو علم وقلم کے ہتھیار سے لیس فرما دیا تھا پھر ان صحابہ نے اکناف عالم میں اپنے علوم سے دنیا کو روشن کیا۔آج پھر اسی سنہری دور کو آئیڈیل بنانے کی ضرورت ہے اگر ہم نے ایسا کر لیا تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم کامیابی کے حصول سے محروم رہ جائیں۔(**مظہر حسین علیمی**)

پیشکش: محمد عبداللہ اعظمی نجمی

انعامی مقابلہ نمبر(۸)

سوالات:

(۱) آیت "وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ" کس جلیل القدر صحابی کی شان میں نازل ہوئی؟ (۲) کس نبی علیہ السلام کے لیے سورج کو ٹھہرایا گیا؟ (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا سفر کس سن ہجری میں فرمایا (۴) مفتی صدرالدین کا تخلص کیا ہے؟ (۵) کن پانچ چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے؟ (۶) رشد و ہدایت کی بنیاد کن چیزوں پر ہے؟ (۷) سیدہ نفیسہ کا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے کیا رشتہ ہے؟

انعامی مقابلہ نمبر (۶) کے صحیح جوابات:

(۱) سورہ زمر، آیت: ۱۴۔ (۲) کپڑا لٹکانے والا، دے کر احسان جتانے والا، جھوٹی قسم کے ساتھ سودا کرنے والا۔ (۳) حضرت طفیل بن عمرو دوسی کی۔ (۴) جانوروں کو مت مارنا، ہری بھری کھیتیوں کو اور پھل دار درختوں کو برباد نہ کرنا، جو لوگ جنگ میں شامل نہیں ہیں انہیں آزار نہ پہنچانا، کسی مقتول کی صورت نہ بگاڑنا، لوگوں کے ساتھ بدعہدی اور خیانت نہ کرنا، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں پر زیادتی و حملہ نہ کرنا، لوٹ مار نہ کرنا، کسی کو آگ میں مت جلانا، دشمن کو باندھ کر قتل مت کرنا، کسی کے معبدوں اور گرجہ گھروں کو مت گرانا۔ (۵) شیخ علیم الدین کا۔ (۶) "دن لہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے"۔ (۷) فتاویٰ شامی۔ (۸) حضرت اورنگ زیب کی۔

انعامات:

پہلا انعام	: **جویریہ بنت حافظ مقصود**، نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں (سات کتابوں کا سیٹ)
دوسرا انعام	: **محمد حسین رضا ابن مقصود احمد**، نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں (پانچ کتابوں کا سیٹ)
تیسرا انعام	: **شبانہ اعظمی بنت محمد رسول**، جنتا کوارٹرس، رائچور، کرناٹک (تین کتابوں کا سیٹ)

۸/صحیح جوابات دینے والوں کے نام: عائشہ آفرین (رائچور کرناٹک) تبسم بانو (رائچور کرناٹک) شفیع الدین (مالیگاؤں) شاہین بیگم رضوی (رائچور کرناٹک) ریشمہ صدیقہ (رائچور کرناٹک) ساجد علی حبیبی (جامعہ غوثیہ نجم العلوم) ماجد علی (گلبرگہ) فرحین سلطانہ (گلبرگہ) عبدالقادر رضوی (جامعہ قادریہ ہبلی)

۷/صحیح جوابات دینے والوں کے نام: صالحہ بانو محمد صادق (قریش نگر کرلا) شیخ ادیبہ نوری (امرت نگر ممبرا) سید نثار علی (امرت نگر ممبرا) جمیلہ یوسف (امرت نگر ممبرا) طاہر علی (امرت نگر ممبرا) فاطمہ عبدالعزیز (ممبرا) جویریہ فاطمہ (ممبرا) خان وسیمہ اسرار احمد (وکرولی ممبئی) مریم خورشید (گھاٹ کوپر) قمر جہاں (گھاٹ کوپر) حلیمہ سعدیہ

ہدایات

☆ شرائط کا اطلاق ہوگا۔
☆ جوابات ۲۰/اگست سے پہلے پہلے ادارہ کو موصول ہو جانے چاہئیں۔

کوپن انعامی مقابلہ نمبر(۸)

نام:............................ عمر:............................
مشغلہ:............................ پتہ:............................
.... پن کوڈ:............................